# شیطان کی سوانحعمری

قیمت ایک روپیہ

ابلیس مردود کی خوفناک داستان زندگی

موسومہ

# شیطان کی سوانح عمری

جسمیں ابلیس علیہ اللعنت کی زندگی کے وہ ہولناک واقعات درج کئے گئے ہیں جو آج تک انسانی دنیا سے پوشیدہ تھے اور جن کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ شیطان ہم پر کتنی دلیری سے وار کرتا ہے

شیطان کی زندگی کی ابتدا سے موجودہ زمانہ تک کے دلچسپ اور عجیب و غریب حالات کا مجموعہ

جسے

## مولانا ظفر نیازی

نے

قرآن احادیث اور مختلف زبانوں کی مستند تاریخی کتابوں کے حوالہ سے مرتب کیا

اور

سید عارف علی مہتمم کامیاب بکڈپو دہلی

نے

محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر کامیاب سے شائع کیا

قیمت فی جلد ایک روپیہ

# فہرست مضامین شیطان کی سوانحعمری

# گذارش

کیوں صاحب! جب ہمارے ہاتھوں کے بنائے ہوئے مٹی کے کھلونے دنیا میں آکر اپنی اپنی سوانح عمریاں شائع کرتے ہیں تو فرشتوں اور ان کے ساتھیوں نے کسی کا بیل تھوڑی مارا ہے۔ کہ زبان اور قلم پر تالا لگائے بیٹھے رہیں۔ ہم کیوں نہ اپنی زندگی کے حالات لکھیں اور کیوں نہ اُسے شائع کریں۔

آج تک کسی جن یا فرشتہ نے اپنی سوانح عمری شائع نہیں کی کیوں نہیں کی۔ یہ ایک راز ہے۔ اور راز رکھا گیا ہے۔ دنیا میں رہنے والے کم سمجھ انسان اسے نہیں جانتے اور نہیں جان سکتے۔ خاک کی بنی ہوئی عقل کیا خاک سمجھیگی کہ یہ نورانی اور ناری دنیا آج تک اپنی اپنی سوانح حیات لکھنے سے کیوں گریز کرتی رہی۔ یہ موٹی عقل کے پتلے بس یہی جانتے ہیں کہ جنوں اور فرشتوں کو لکھنا پڑھنا نہیں آتا۔ یا انہیں لکھنے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن یاد رہے کہ ہم نے مٹی کے پتلوں سے پہلے کھانا سیکھا ہے۔ پہلے بولنا سیکھا ہے اگر کسی کو یہ غرور ہے کہ دنیا کا بے بضاعت انسان کسی معمولی سے معمولی فرشتے کا بھی مقابلہ کرسکتا ہے تو یہ انسان کی لکھو کھا حماقتوں میں سے ایک اہم حماقت اور نادانی ہے۔

ہم بہت دن چپ رہے۔ بہت دن تک انسان کی ہوائی تعلّیوں کو دیکھتے رہے۔ اپنے منہ میاں مٹھو بننا سب کو آتا ہے۔ سب بن جاتے ہیں۔ لیکن کہنے اور ہونے میں بڑا فرق ہے۔ یہ بے سروسامان انسان کہتا ہے کہ فرشتے ہماری برابری نہیں کرسکتے۔ اور غرور کرتا ہے کہ انسان کو خدا

نے اپنا خلیفہ بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔ اشرف المخلوقات ٹھہرایا ہے۔ افضلِ الکائنات فرمایا ہے۔ فرشتوں کا مسجود بنایا ہے۔

ابھی اگر تلعی کھول کر رکھدوں تو ساری کرکری ہو جائے۔ اللہ نے اپنی کریمی کے صدقے میں اپنا خلیفہ کہدیا تو کم ظرف انسان جامہ سے باہر ہوا جاتا ہے۔ اشرف المخلوقات اور افضل الکائنات فرمادیا تو اس کی گردن میں ایک مستقل ہڈی پیدا ہو گئی، جو گردن کو جھکنے ہی نہیں دیتی۔ سجود کیا بنادیا کہ اب اس کی نظر میں ساری دنیا حقیر ہو رہی ہے۔

ارے واہ رے تیری کم ظرفی۔ اتنی سی بات میں اُبلا پڑتا ہے، دو آنکھیں ہوتے پر تیری کورچشی کی یہ حالت ہے۔ ہمیں دیکھ۔ او کم ظرف ہمیں دیکھ۔ تو تین دن کی پیدائش ہے۔ ابھی تیرے منھ سے دودھ کی بو آرہی ہے عالی ظرفی دیکھنی ہے تو کبھی فرشتوں کی دنیا میں آ۔ اپنے ساتھ آنکھیں لیتا آ! اور دیکھو کہ جنہیں قربِ الٰہی میسر ہے۔ جنہیں دیدار خداوندی حاصل ہے جنہیں عرش کی دربانی میسر ہے دیکھ اور ذرا اچھی طرح دیکھ کہ ان عالی مرتبوں کے باوجود وہ اپنا ایک ایک لمحہ عبادت خداوندی میں صرف کر رہے ہیں ممنونیت کی معراج بھی دیکھ وہ خدا کے خلیفہ بھی نہیں ہیں۔ اشرف المخلوق بھی نہیں اور جو کچھ تو ہے یا بزعم خود بنتا ہے وہ وہ نہیں ہیں۔ لیکن اظہار ممنونیت دیکھ اور شرما جا۔ آج تو انہیں سب کو سجدے میں دیکھتا ہے۔ یہ آج سے نہیں ازل سے سجدے میں ہیں اور ابد تک سجدے ہی میں رہیں گے۔ انہیں ان کے خالق نے ایک دولت بخشی ہے۔ اپنے قریب جگہ دی ہے۔ اس ایک احسان پر ان کی پیشانیاں اس چوکھٹ سے قیامت تک نہیں اٹھ سکتیں۔ اب ذرا اپنے گریبان میں منھ ڈال۔ ذرا تصور کر تو آج اپنی ذات کو کیا کیا سمجھتا ہے

خود تجھے اعتراف ہے۔ کہ خدا نے تجھے سب کچھ بنایا ہے۔ اور اب ذرا جھک کر میرے کان میں یہی کہدے کہ کبھی تو نے بھی اظہار ممنونیت کے لئے اپنا ماتھا ٹیکا ہے۔ کبھی یہ پیشانی خدا کے حضور میں اس لئے بھی جھکی ہے کہ تجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اور جانے کیا کیا بنایا ہے۔ شرما جا او چھوٹی چادر والے شرما جا۔ اب تو اعتراف کرلے کہ جو تو ہے وہ ظاہر نہیں ہے اور جو ظاہر ہے وہ تو نہیں ہے۔

ارے ان فرشتوں کو دیکھ جو کچھ ہیں اور نہیں کہتے کہ کچھ ہیں۔ ان کے اعمال تو دیکھ، سزا اور جزا کا خیال کئے بغیر وہی کر رہے ہیں جو انہیں کرنا چاہیئے۔ اور اپنی دنیا کو دیکھ۔ ان کے اعمال کو دیکھ، وہ کس لئے ہیں اور کیا کر رہے ہیں! اور اس پر بھی یہ دعوے کہ انسان فرشتے سے افضل ہے۔ ساری کائنات سے افضل ہے۔

بڑا تیر مارا اگر دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں پانچ مرتبہ ماتھا جھکا لیا۔ گویا خدا پر کوئی بڑا احسان کر رہا ہے۔ کیا بتاؤں کوئی ایسا موقع نہیں آتا کہ انسان اور فرشتہ کا موازنہ کیا جاسکے۔ ورنہ صرف ایک لمحہ میں بتادیتا کہ تیری بساط کیا ہے۔ تو کتنے پانی میں تیر رہا ہے۔

آج ہزارہا سال کے بعد اپنے سینہ کا ایک دبا ہوا راز ظاہر کرنے کیلئے مجبور ہو رہا ہوں۔ وقت مجبور کر رہا ہے۔ کہ تجھے بیداری کی نیند سے ہوشیار کردوں تو جاگتے میں سو رہا ہے۔ عالم ہوش میں بھی بے خبر ہے۔ آج سنائے دیتا ہوں وہ راز جسے میں نے بہت دن سے چھپا رکھا تھا۔ جی تو یہی چاہتا تھا کہ تو اسی طرح سوتا رہے۔ اسی طرح بے خبری کی دنیا میں سانس پورے کرے۔ لیکن کیا کروں میری برادری پر الزام آرہا ہے۔ میری بھائی بندان

تہمتیں لگ رہی ہیں۔ میرے ساتھیوں کی بدنامی ہو رہی ہے۔ میرے پُرانے دوستوں پر تیرے تعصب اور غرور کے آرے چل رہے ہیں۔ اب چپ نہیں رہا جاتا۔ زبان اور دل میرے قابو سے باہر ہوئے جا رہے ہیں۔ اور وہ ایک ایسی بات ظاہر کرنے والے ہیں جسے میں نے سینے کی انتہائی گہرائیوں میں چھپا رکھا ہے۔

تجھے مدتیں ہو گئیں انسان اور انسانیت کے نام پر کار بار کرتے ہوئے لیکن یہ تو سوچ کہ تو انسان بھی ہے یا نہیں۔ تجھ میں انسانیت بھی ہے یا نہیں نادان! بحث چھیڑنے سے پہلے ذرا اپنے وجود سے بحث کر لی ہوتی ذرا اپنی ذات کو پہچان لیا ہوتا جس نام پر تو لڑ رہا ہے۔ جس چیز کو تو فضیلت دے رہا ہے وہ کہاں ہے۔ کس کے پاس ہے۔ ذرا پہلے اسے تو تلاش کر۔ جب ہی تو کہتا ہوں کے خاک کی بنی ہوئی خاکی تپلے کی عقل بھی کور چشم ہے۔ اب عقل کا رونا بھی نہ رو۔ بلکہ جاتے ہوئے احساس کا دامن تھام لے۔ اگر یہ بھی نہ رہا تو تو بھی نہ رہے گا۔ دیکھ تیرے احساس کی دھجیاں کیسی پراگندہ ہیں۔ اب بھلا یہ تو بتا نادان! کہ جب تیرے احساس کا یہ عالم ہے تو تو کیا خاک سمجھ سکتا ہے۔ اپنی برائی بھلائی کو اور کیا جان سکتا ہے۔ اپنے وجود کی بساط کو۔ اپنے تغیر اور انقلاب کو۔ جس انسانیت کے نام پر تیرا ابدار تھا۔ وہ تو عرصہ ہوا غرور اور تکبر کے ریگستان میں دفن ہو گئی۔ جو لوگ اُسے تلاش کرنے نکلے تھے انھوں نے بھی اپنی عمر کا چڑھاوا اس بے نشان مزار پر چڑھا دیا۔ اب تو انسانیت کے مزار پر کتابوں کے علاوہ رونے والے بھی کہیں نظر نہیں آتے۔

کیوں؟ سُن لی ناراز کی بات۔ ششدر کیوں رہ گیا۔ دُکھتی ہوئی رگ تکلیف ہی دیتی ہے۔ تعجب نہ کر۔ جواب دینے کی کوشش نہ کر۔ یہ دینا ہے ابھی

یہی ہوتا آیا ہے۔ اشرف المخلوقاتی کا تمغہ لگائے ندامت کی مسند پر بیٹھا رہ اور انقلابات زمانہ دیکھتا جا۔ نا سمجھ انسان فرشتوں سے اُلجھ کر کیا لے گا۔ یہ آج کے "انسان" سے کہیں بالاتر ہیں۔ یہ اپنے پروردگار کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں۔ انکی قدر و منزلت جانتے ہیں۔ جو کچھ انہیں ملا ہے انہی کے پاس رہے گا۔ اور جو کچھ یہ ہیں یہی رہیں گے۔ اس لئے کہ یہ شکر کرنا جانتے ہیں۔ احساس رکھتے ہیں اور کبھی غرور نہیں کرتے۔ تجھ نام نہاد انسان کی طرح ان کی گردن کبھی نہیں اکڑتی۔ تیری جیسی احسان فراموشیاں ان کے ضمیر میں نہیں ہیں۔ تیرے جیسا تعصب ان کے دل و دماغ پر سوار نہیں ہو سکتا۔ تجھ جیسا غرور کرنا یہ نہیں جانتے انہوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ ہم فرشتے انسانوں سے افضل ہیں۔ ارے نادان! انسان تو پھر کچھ ہے انہوں نے تو کسی حقیر مخلوق کو بھی اپنے سے بُرا نہیں سمجھا اور سمجھا گیا نہیں۔ انہیں کسی کی اچھائی یا بُرائی پر غور کرنے کا وقت ہی نہیں ان کو تو پروردگار کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ کسی کی برائی بھلائی میں حصہ لے کر اپنا عزیز وقت کیسے گنوا سکتے ہیں۔

اور ہاں یہ بھی سُن لے اگر تیری تعلّیاں حدود سے نہ بڑھتیں اور تو انسانیت سے خارج ہو کر فرشتوں کو اور مجھے لعن طعن نہ کرتا یا ہمیں اپنے سے کمتر نہ سمجھتا تو قسم ہے مجھے اپنے پیدا کرنیوالے کی کہ میں کبھی تجھے جواب نہ دیتا۔ لیکن وقت اُستاد ہوتا ہے۔ مجھے تیری ہوائی پروازنے ہی مجبور کیا ہے کہ تجھے تیری صحیح بساط کا اندازہ کرا دوں۔ اور بتاؤں کہ تو جو آج انسانیت اور شرف کے نام پر دنیا میں ہوائی گولے چھوڑ رہا ہے۔ ہر لحاظ سے اور ہر طرح سے میری مٹھی میں سما سکتا ہے۔ اس لئے کہ تیرے پاس وہ چیز ہی نہیں رہی جسکی بنا پر اور جس کے زور پر تو میرا مقابلہ کر سکتا۔ اور ذرا اپنا کان

قریب لا! تجھے یہ بھی چپکے سے بتا دوں کہ تو عرصہ سے میری مٹھی میں ہے میرے اشاروں پر ناچ رہا ہے۔ نا سمجھ بچے! غرور نہ کر ذرا اپنے اندر دیکھ میں بول رہا ہوں۔ تو تو ایک کاٹ کے پتلے کی طرح رہ گیا ہے۔ جسے مداری کے اشاروں پر ناچنا پڑتا ہے۔ اب تیرے بال بال پر میری حکومت ہے۔ اور تجھ کم ظرف کے وجود میں سما کر مجھ میں بھی غرور اور تکبر کا مادہ بڑھ گیا ہے۔ اب میں بھی غرور کروں گا۔ اپنے آپ کو ساری دنیا سے افضل سمجھوں گا۔ اور اس بات کو سب سے منوانے کی کوشش بھی کروں گا۔

تیرا ایک نقصان تو ضرور ہوا ہے کہ تجھ میں سے وہ "چیز" جاتی رہی جو تیری زندگی کا سرمایہ تھی۔ وہ "تعلیم" جسے تیرے پروردگار نے صرف تجھی کو دی تھی اور جو تیری نجات کا ذریعہ ہو سکتی تھی۔ لیکن اب تجھے میرا احسان مند ہونا پڑے گا۔ کہ تیری آئندہ زندگی اور اس کے عیب سب کچھ مجھ سے منسوب ہو جائیں گے۔ دنیا والے تجھے سیدھا اور سچا کہیں گے۔ تیری خطائیں میرے نامۂ اعمال میں لکھانے کی کوشش ہوگی اور تیری بھلائیاں صرف تیرے ہی اعمال نامہ میں درج کرائی جائیں گی۔ لیکن مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے یہ سب کچھ میں پہلے ہی سے جانتا ہوں۔ جو کچھ ہوگا وہ سب میرے علم میں ہے۔

اچھا میرے قیمتی خزانے اور اپنے منہ میاں مٹھو بننے والے انسان! مجھے ایک بات بتا دے یہ جو تو اپنی سوانح عمریاں شائع کرتا ہے اس سے تیرا کیا مقصد ہے۔ کیا سوانح عمری اسی کا نام ہے کہ اپنی زندگی سے ملتی جلتی کچھ جھوٹی سچی تعریفیں ایک جگہ جمع کر کے چھاپ دی جائیں۔ یا کچھ اور بھی مدعا ہے۔ آج کل میں دیکھتا ہوں کہ ہر پیسے والا آدمی اپنی پوری زندگی کتاب

کی شکل میں چھاپتا ہے۔ اور دنیا میں پھیلا دیتا ہے۔ آخر اس بات سے کیا منشا ہے۔ کیا یہ سب لوگ اپنی زندگی کے سچے سچے واقعات لکھتے ہیں اگر ایسا ہے تو میں نے آج تک کوئی سوانح عمری ایسی نہیں دیکھی جس میں کسی نے اپنی برائیاں اور اپنے گناہ بھی صاف صاف لکھے ہوں۔ کیا اس بھری دنیا میں کوئی گناہ ہی نہیں کرتا۔ اور اگر کرتا ہے تو پھر ان لوگوں نے اپنی تعریفوں کے ساتھ ساتھ اپنے عیب کیوں نہ بتائے۔

خیر! اسے بھی جانے دے، صرف یہی بتا دے کہ پہلے زمانہ میں تو لوگ اپنے بڑوں کی سوانح عمریاں لکھا کرتے تھے اور اس میں یہ بھی ممکن تھا کہ دس بیس تعریفوں کے ساتھ ایک آدھ برائی بھی لکھ دیں۔ لیکن اب تو نئی ہوا چل رہی ہے۔ جسے دیکھو خود اپنی زندگی کے حالات چھاپتا ہے اور شائع کر دیتا ہے۔ کیا دنیا میں ایسا بھی کوئی ہے جو اپنے عیب اپنی زبان سے کہہ دیتا ہو۔ اگر نہیں ہے تو پھر وہ سوانح عمری ہی کیا ہوئی۔ جس میں زندگی کے سب سوانح نہ ہوں۔ ارے واہ رے انسان کی دنیا، میٹھی میٹھی ہڑپ اور کڑوی تھو تھو۔ دعویٰ یہ کہ ہم انسان ہیں۔ اشرف المخلوقات ہیں ـــــ خود غرض اور متعصب کہیں کے!۔

ارے اگر سوانح عمری لکھو تو سب کچھ لکھو تاکہ دنیا والے تمہارے اچھے کاموں سے سبق لے سکیں اور تمہاری نادانیوں سے احتیاط اور گناہوں سے عبرت حاصل کریں۔ یہ کیا ہوا کہ چھانٹ چھانٹ کر تعریفیں لکھ ماریں اور گناہ تو گویا کوئی کیا ہی نہیں۔

یہی وہ جذبہ ہے جس نے مجھے اپنی سوانح عمری لکھنے پر مجبور کیا ہے۔ میں نے سالہا سال فرشتوں کو درس دیا ہے اور اب دنیا والوں کو بھی تعلیم دینا

چاہتا ہوں۔ پڑھنے والوں کو میری زندگی سے مجبوراً سبق لینا پڑے گا۔ وہ دیکھیں گے کہ میں نے اپنی زندگی کے حالات لکھتے ہوئے نہ اپنی کسی تعریف کو نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور نہ کسی عیب پر پردہ ڈالنے کی۔ جو کچھ گذری ہے بعینہٖ لکھ رہا ہوں خواہ وہ اچھی بات ہے یا بُری۔ میرا مقصد اپنی زندگی کے واقعات لکھنا ہے اگر اس میں کوئی سبق مل سکے تو حاصل کر لینا اور اگر کوئی بُرائی کی بات ہو تو نظر انداز کر دیں۔ کیونکہ بُرائی کا انجام ہمیشہ تکلیف دہ ثابت ہوا ہے۔ اچھا ان باتوں کو چھوڑ یہ میرے کہنے کی نہیں ہیں میرا مشن اس قسم کی گفتگو اور پند و نصائح کو جائز قرار نہیں دیتا۔ میں نے یہ جو کچھ بھی لکھا ہے، سچ جاننا بڑی زبردست قربانی کی ہے۔ ایسی قربانی جس کی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی دنیا والے مجھے اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ بالفرض اگر یہ بات صحیح ہے تو انہیں تسلیم کرنا چاہیئے۔ کہ کوئی دشمن ایسی کارآمد نصیحتیں اپنے مخالف کو نہیں کر سکتا۔ یہ اخلاص یقیناً حیرت انگیز ہے جو مجھ سے سرزد ہوا۔ بہرحال اسے کچھ ہی سمجھا جائے۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ اب تو مجھے صرف ایک ہی دُھن ہے اور وہ یہ کہ میری سوانح عمری شائع ہو۔ میں فی الحال نہیں جانتا اور نہیں جاننا چاہتا کہ میرے اس انوکھے اقدام سے مجھے یا میرے مشن کو کوئی فائدہ پہونچے گا یا نقصان۔ کیونکہ میں یہ سب کچھ تقلید کے جذبہ سے متاثر ہو کر کر رہا ہوں اور انسانی دنیا کو دکھانا چاہتا ہوں کہ سوانح عمری لکھنے والے خصوصاً اپنی سوانح عمری لکھنے والے نہایت فیاض ہوتے ہیں اور آزادی کیساتھ وہ تمام واقعات سلسلہ وار لکھ ڈالتے ہیں۔ جن سے ان کی زندگی کو واسطہ پڑا ہو۔ یہ احتیاط نہیں کرتے کہ برائی کو نظر انداز کر کے صرف تصویر کا ایک ہی رخ پیش کریں۔ اس کے بعد یہ بھی غور کرنا چاہیئے کہ جس وجود کو انسان

کے دربار سے مردود بارگاہ اور شیطان اور لعین جیسے خطابات عطا ہو چکے ہیں۔ وہ اظہار حقیقت میں ان انسانوں سے کتنا آگے ہے جو مقدس صورتیں لئے ہوئے بظاہر زاہدانہ زندگیوں کے مالک ہیں۔ اور جن کے ہر ظاہری فعل سے تقدس کے سمندر میں طوفان آجاتا ہے۔ اور جب کبھی دو چار کوڑیوں کے نفع نقصان کی صورت آپڑتی ہے تو ان کی زبان مختلف شاخوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ تصویر کے دونوں رخ سامنے ہیں۔ ایک طرف شیطان ہے اور دوسری طرف تقدس کا ٹھیکیدار شیطان کے لئے انسان کی بارگاہ سے جو کچھ عطا ہوتا ہے اُسے بھی ملحوظ رکھا جائے اور تقدس مآب مولوی صاحب کے لئے انسان کے پاس جتنی عقیدت ہے وہ بھی سامنے رہے۔ اس کے بعد میری مذکورہ بالا تحریر پڑھی جائے اور غور کیا جائے کہ دونوں فریق اظہار حق میں کتنے فیاض یا بخیل ہیں اگر پڑھنے والے کے خیال میں مجھ شیطان کے نام دروغ گوئی کا قرعہ نکل آئے تو بسم اللہ۔ نیازمند حاضر ہے سابقہ القاب میں اور کچھ اضافہ فرما دیا جائے (ہر چہ از دست می رسد۔ نیکوست) اور اگر خدانخواستہ یہ خوش نصیبی تقدس مآب کے حصہ میں آئے تو صرف دل ہی دل میں ایک بار دہرا لینا چاہیئے۔ اور بھول جانا چاہیئے کہ ہم کیا سوچ رہے تھے۔ کسی پر ظاہر نہ کیا جائے کہ ضمیر سے کیا آواز آرہی ہے۔

# ترتیب

میں اپنی سوانح عمری لکھنے سے پہلے یہ ورعرض کر دینا چاہتا ہوں کہ میرے پاس فی الحال کوئی ایسا کلرک نہیں ہے جو میرے بتائے ہوئے واقعات سلسلہ وار درج کر سکے اور ظاہر ہے کہ میں بیک وقت یہ دونوں کام انجام نہیں دے سکونگا۔ نہ میرے پاس اتنا وقت ہے اور نہ بظاہر اسکی کوئی ضرورت۔ میرا مقصد زندگی کے واقعات اور سوانحات کو روشنی میں لانا ہے اور اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ تقدیم اور تاخیر کا لحاظ رکھا جائے۔ پس میری زندگی کے واقعات پڑھنے والوں کو یہ خیال نظرانداز کر دینا پڑے گا کہ میں نے سلسلہ کیوں نہ قائم رکھا۔

# پیدائش

میری پیدائش کا زمانہ اور اس کے قبل کے حالات کچھ ایسے پیچیدہ ہیں کہ موجودہ زمانہ کے انسان کی بھونڈی عقل ان کی گرد کو بھی نہیں پہونچ سکتی۔ اس واسطے مجھے اپنے نادان مخاطب کو سمجھانے کے لئے انکی تفصیل بھی لکھنی پڑے گی۔ کیونکہ انسان بچارہ بہت ہی محدود عقل کا پتلہ ہے اور جہاں تک اس کی عقل کام کرتی ہے اس سے زیادہ یقین کرنیکے لئے یہ کبھی تیار نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس ناسمجھ کو سمجھانے کے لئے مجھے وہ تمام واقعات بالتفصیل لکھنے پڑیں گے جو میری پیدائش سے پہلے تکمیل عالم کے لئے ظہور پذیر ہوئے اور دنیا موجودہ شکل میں آئی۔

سب سے پہلے تو مجھے یہ بتانا ہے کہ یہ دنیا کس طرح بنی اور کیوں بنی۔؟

کس طرح بنی؟ یہ تو میں خوب جانتا ہوں۔ اور مجھے خوب بتایا گیا ہے۔ لیکن کس لئے بنی؟ اس کا جواب میرے پاس صرف ایک ہے اور اس میں اعتراض کرنے کی کسی کو مجال ہی نہیں۔

خدا سے پوچھا گیا کہ پروردگار۔ تخلیق کائنات سے تیرا کیا منشا ہے یہ سب کھیل کیوں کھیلا ہے۔

جواب ملا۔

میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا، مجھے اچھا معلوم ہوا کہ پہچانا جاؤں لہذا میں نے کائنات بنا ڈالی۔ طرح طرح کی مخلوق پیدا کر دی۔

اب تبلایئے اس میں کون دم مار سکتا ہے۔ اور اس کے بعد سوال

ہی کیا کیا جاسکتا ہے۔ جب بتانے والا خود یہ کہدے کہ مجھے اچھا معلوم ہوا کہ میں پہچانا جاؤں۔ اس لئے دنیا بنادی تو کسی کو کیا حق ہے کہ اس کے بعد دوسرا سوال کر سکے۔ خیر چلو اچھا ہوا کہ دنیا بنانے کا جواب اُنھوں نے خود ہی دیدیا۔

اب رہا یہ سوال کہ دنیا کس طرح بنی۔ وہ مجھ سے سُن لیجئے مجھے بھی نہایت ہی معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے اور صاف ہی کیوں نہ کہدوں کہ مجھے خود میرے پروردگار نے مختلف اوقات میں .... بتلایا ہے۔ کچھ تو خود بغیر دریافت کئے اور کچھ مختلف فرشتوں کی معرفت مجھے یہ تعلیم ملی ہے۔ پس ضرورت ہے کہ اپنے حالات کی ابتدا کرنے سے پہلے یہ بتاؤں کہ دنیا کس طرح تشکیل میں آئی ہے۔

ایک نور تھا۔ جس کے متعلق مجھے بتایا گیا کہ وہ پیغمبر آخرالزماں کا نور ہے۔ خود مجھے بھی بارہا اس کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ اس وقت جب میں آسمان پر گرفتار کر کے لایا گیا تھا۔

ہاں تو واقعات یہ ہیں کہ اُس وقت جبکہ کائنات میں کچھ بھی نہ تھا صرف نورِ خداوندی ہی ہر طرف جلوہ افروز تھا کہ پروردگار نے اپنے پہچاننے کے لئے تخلیق کائنات کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اُنھوں نے اس نور کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا۔ پہلا حصہ جس میں ایک راز تھا۔ اور جسے صرف پروردگار ہی جانتا تھا۔ دوسرے حصہ سے زیادہ روشن اور کثیر الضیا تھا۔ اس تقسیم کے بعد صانع مطلق نے پہلے حصہ کا نام نور رکھا اور بقیہ نصف جو صفات نور سے کچھ کم درجہ پر تھا۔ اور جس میں سے "ضیائے خاص" علیحدہ کر لی گئی تھی اس کو بھی دو حصوں پر تقسیم فرمادیا۔ پہلے حصہ کو دوسرے پر فضیلت دینے

کے لئے اس میں مخصوص ترمیم فرمائی گئی۔ چنانچہ پہلے حصہ سے جس کا نام
نار تجویز ہوا تھا۔ قوم جن تخلیق ہوئے اور بقیہ دوسرا حصہ (جس میں صفات
نوریہ معدوم ہو چکی تھی) ارواح شیاطین اور ارواح خبیثہ کے لیئے رہ گیا۔

چنانچہ اب یہ تقسیم اس طرح ہوئی کہ حصہ اول جو خالص نور تھا
اور جس میں ضیائے خاص موجود تھی اس کو ارواح مقدسہ اور ملائکہ
نیز اطباق وسماوات وغیرہ کے لیے مخصوص فرمایا چنانچہ سب سے پہلے
روح پاک پیغمبر آخرالزماں تخلیق فرمائی گئی۔ اس کے بعد لوح وقلم اور عقل اور
کل اجسام کی تخلیق عمل میں آئی۔ زمین آسمان پیدا کئے گئے۔ اور اس نور
خاص کے بقیہ نصف سے جس میں سے ضیاء خاص علیحدہ ہونے کے بعد
دو حصے ہوئے ان میں سے پہلے حصہ کو جو اپنے دوسرے نصف سے
ممتاز تھا۔ قوم جن کی تخلیق کے واسطے رکھا گیا اور اس کے بقیہ دوسرے
حصہ کو ارواح شیاطین کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔

سب سے پہلے جو تقسیم عمل میں آئی تھی، اس کے نصف بہتر سے جو
مخلوق عالم وجود میں آئی اس کا فرض منصبی عبادت قرار پایا گیا۔ کیونکہ وہ
نور خاص سے ہویدا کی گئی تھی اس لئے اس کی سرشت میں عبادت داخل
ہوئی ور معصوم رہی۔ اور چونکہ خالص نور سے تخلیق ہوئی تھی اس واسطے
اس مخلوق کا سایہ تک زمین پر نہ پڑتا تھا۔ اس کے بعد حصہ دوم جو ضیائے
خاص سے محروم تھا۔ لیکن ایک حصہ نور تھا قوم جن کے لئے مخصوص ہوا
چنانچہ قوم جن کا سایہ بھی زمین پر نہیں پڑتا لیکن چونکہ اس کی تخلیق میں
نار کا جز غالب ہے۔ اور حصہ نوریہ کم۔ اس لئے زیادہ تر یہ قوم تباہی
کی طرف دوڑتی رہی۔ کبھی کبھی اس قوم کے بعض افراد مائل بہ دین حق

ہوئے۔ اور یہ وہی وجہ تھی کہ ان کی تخلیق میں کچھ کچھ نور کی جھلک ضرور تھی۔ لیکن نار غالب تھی۔ اس لئے تباہی و بربادی زیادہ میسر آئی۔

خیر! تو یہ تشکیل دنیا کی کیفیت تھی۔ جسے میں نے ضرورتاً بہت ہی مختصر بیان کیا۔ اب میں باقی تمام صیغے چھوڑ کر وہ حالات بیان کرتا ہوں جہاں سے میری زندگی کی ابتدا ہوئی۔ دنیا کے بہت کم انسان مجھے فرشتہ سمجھتے ہیں۔ بڑے بڑے پڑھے لکھے میرے متعلق یہی رائے رکھتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ میں ہیڈ فرشتہ ہوں اس واسطے فرشتوں کا استاد مشہور ہوں۔ بہرحال یہ طے شدہ امر ہے۔ کہ میرے متعلق دنیا والے بہت کم جانتے ہیں۔ کہ میں کون ہوں اور اس حالت میں کیسے آیا۔ چنانچہ میں انسان کی محدود معلومات اور ناقص عقل کا مرثیہ پڑھنے اور اس کی مخصوص فطرت اور مفسد ذہنیت کی قسم کھا کر صحیح واقعات لکھتا ہوں کہ جب میں پیدا ہوا تھا تو دنیا کو عالم وجود میں آئے ہوئے ایک لاکھ چوالیس ہزار سال گذر چکے تھے۔

## دُنیا کی ابتدا

چونکہ مجھے دنیا کی مکمل تاریخ نہیں لکھنی بلکہ صرف اپنی زندگی کے حالات شائع کرنا ہیں اس واسطے میں باقی تمام صیغے چھوڑ کر صرف اپنی قوم کا ذکر لکھونگا اور اس سے میرے حسب نسب کے متعلق بھی معلومات ہو سکے گی۔

سب سے پہلے یہ معلوم کیجئے کہ میں فرشتہ نہیں بلکہ قوم جنّہ میں سے ہوں۔ میرے جد امجد دنیا کے سب سے پہلے جن ہیں جن کو تخلیق کائنات

کی ابتدا میں پیدا کیا گیا تھا۔ اور جو مجھ سے کم و بیش ایک لاکھ چوالیس ہزار سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ اُن کا نام طارہ نوس تھا اور لقب جان تھا۔ مگر عام طور سے ابوالجن کہلاتے تھے۔ بعض دنیاوی مورخین نے میرے جد امجد طارہ نوس کا نام سوما لکھا ہے۔ لیکن جہاں تک میری معلومات کام کرتی ہے ان کا نام طارہ نوس تھا۔ ممکن ہے کہ کسی مناسبت سے وہ کچھ عرصہ کے لئے سوما کے نام سے بھی مشہور ہوئے ہوں۔ لیکن ہمارے خاندانی معاملات میں اُن کا نام طارہ نوس ہی لیا جاتا تھا۔ سنا ہے کہ تاریخی کتابوں میں انسان ضعیف البنیان نے طارہ نوس کا نام مارج بھی لکھا ہے بہرحال ان سب اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر ان کا نام طارہ نوس ماننا چاہیئے۔

جس طرح آج حضرت انسان اپنی نسل حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام سے ملاتے ہیں۔ بالکل یہی کیفیت قوم جنّہ کی بھی ہے۔ ان کا سلسلہ توالد و تناسل ابوالجن طارہ نوس جان سے ملتا ہے۔ اور جس طرح عورت مرد انسانوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح قوم جنّہ میں بھی رواج تھا اور اب بھی ہے۔

میرے جد امجد طارہ نوس کو پیدا ہوئے کافی عرصہ گذر گیا تھا وہ اپنی قوم اور اپنی جنسیت کے لحاظ سے تنہا زندگی بسر کرتے تھے کہ یکایک غیر محسوس طور پر انہیں قوم جنّہ میں سے ایک عورت نظر آئی۔ اول تو انہیں بہت تعجب ہوا۔ لیکن بعد میں وہ اس عورت سے مانوس ہو گئے۔ رفتہ رفتہ اس یکجائی نے شوہر اور بیوی کے رشتہ میں منسلک کر دیا۔ اُس زمانہ میں رواجی موت کا دستور نہ تھا۔ یعنی کوئی مخلوق بلا وجہ نہ مرتی تھی۔ چنانچہ اس کا یہ اثر ہوا

کہ تھوڑے ہی زمانہ میں طارہ نوس کی اولاد تمام روئے زمین پر پھیل گئی، مرتا کوئی نہ تھا۔ پیدا ہزاروں ہوتے تھے۔ اس سود در سود کے قصہ نے اچھا خاصہ عالم آباد کر دیا۔ آج کل کی زبان میں جس چیز کو مردم شماری کہا جاتا ہے وہ طارہ نوس کے زمانہ میں رائج نہ تھی۔ اگر ہوتی تو شاید آج کی دنیا سے پچاس ہزار گنا زیادہ نفوس اس دنیا میں آباد نظر آتے۔ مگر اُس وقت کوئی شمار کرنے والا نہ تھا اور نہ شمار کرنے کی کوئی ضرورت تھی۔ تمام روئے زمین پر میرے جد امجد طارہ نوس جان کی حکومت تھی۔

ساری دنیا عیش و عشرت کی زندگی گذار رہی تھی کہ ناگاہ پروردگار عالم نے ابوالجن پر ایک شریعت نازل فرمائی۔ جسے ابوالجن اور ان کی تمام اولاد نے اپنے لئے قابل عمل ٹھیرا لیا۔

اس آسمانی شریعت پر عمل کرتے ہوئے طارہ نوس اور اس کی تمام اولاد نے آج کل کے حساب سے تقریباً چھتیس ہزار سال گذار دئے اور سوائے چند مفسد جنوں کے کسی کی طرف سے ایسی کوئی حرکت سرزد نہ ہوئی جو شریعت آسمانی کے خلاف ہوتی یا اس قوم کی تباہی کا سبب بنتی لیکن اس کا کیا علاج کہ سرشت میں "نار" تھی۔ یہ کب چین سے بیٹھنے دیتی ہے آخر کار یہ "ناریت" رنگ لائی اور مخلوق شریعت حقہ سے پھرنے لگی۔ بڑی تیز رفتاری کے ساتھ تباہی کی طرف دوڑنے لگی۔ آخر تا کجے۔ ایک وقت وہ آگیا کہ عالم میں ہر طرف گناہ ہی گناہ تھا۔ سیاہکاریاں پورے طور پر غالب آگئیں مخلوق اپنی زبان سے تباہی اور بربادی کو پکارنے لگی۔

حالات نے پلٹا کھایا۔ اور آخر وہ بھی ہوا جس کا خطرہ تھا۔ قہر خداوندی نازل ہوا اور تمام سیاہکاروں کو ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلا دیا گیا۔

کیا لکھوں شرم آتی ہے لکھتے ہوئے کہ خود طارہ نوس بھی اس تباہی سے نہ بچ سکے ان پر پوری طرح پنجۂ عصیاں اپنا قبضہ جما چکا تھا۔ چنانچہ اس تباہی میں وہ بھی اپنے سب ساتھیوں کے ساتھ عالم فنا میں پہونچا دیئے گئے۔

اب تمام عالم میں سناٹا تھا۔ وہ چہل پہل نہ تھی وہ گنجان آبادی نہ تھی کہیں کہیں چند نیک عمل ہستیاں سربجود تھیں۔ ان کی ہدایت و رہنمائی کیلئے پروردگار عالم نے پھر کسی رہبر کی ضرورت محسوس کی اور آخر کار اُسی قوم میں سے ایک فرد کو جن کا نام جلیانیس تھا بحکم خداوندی بجائے طارہ نوس کے سریر آرائے سلطنت کر دیا گیا۔ اور سابقہ شریعت کسی قدر ترمیم و تنسیخ کے ساتھ ان کے حوالہ کر دی۔ یہ بھی آخر اپنے باپ کے ہی بیٹے تھے۔ باپ سے دور کیسے جاتے۔ ہر چند کہ اپنی قوم میں سب سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ عبادت گذار تھے۔ لیکن طارہ نوس کا خون ان کی رگوں میں دوڑ رہا تھا ناری سرشت کے مالک تھے۔ شرما حضوری کو کچھ روز کے لئے عبادت بڑھا دی پہلے سے زیادہ عابد زاہد مشہور ہو گئے۔ لیکن صرف اُسی وقت تک جب تک کہ اپنی فطرت سے مقابلہ کر سکنے کی ان میں طاقت تھی۔ آخر کار خواہشات کے سامنے سر تسلیم خم ہوا۔ عبادت اور ریاضت نے اپنی توہین گوارا نہ کی آہستہ آہستہ اس نے کنارہ کشی شروع کر دی تھوڑا ہی زمانہ گذرنے کے بعد دیکھنے والوں نے دیکھا کہ طارہ نوس کے جانشین ہز ہولی نس جلپانیس وہی بزرگ ہیں جو حصول پیغمبری سے پہلے تھے۔ اور اپنی قوم میں کسیقدر عبادت و ریاضت کے باعث ممتاز نظر آتے تھے۔ اب نہ وہ انہماک عبادت تھا نہ وہ مشغلہ ہدایت۔ سب اپنے اپنے راستہ پر تھے۔ بظاہر کوئی کسی کا رہبر نہ تھا اور سب سب کے رہبر تھے

ایک دوسرے کے عمل سے کوئی متاثر نہ ہوتا تھا۔ اور ایک دوسرے کے گناہ سے کسی کو ذہنی یا روحانی تکلیف نہ ہوتی تھی۔ چلپانیس کی پیغمبری برائے نام رہ گئی تھی۔ خود اُنہیں یاد نہیں رہا تھا کہ وہ پیغمبر ہیں۔ یا قومی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں دی گئی ہے۔

زمانہ نے ایک اور پلٹا کھایا۔ اور حالات کہیں سے کہیں پہنچ گئے۔ رہی سہی عبادتیں اور نیکیاں بھی یہ حال دیکھکر اپنی عزت آبرو کی حفاظت میں مصروف ہو گئیں۔ اور مخلوق سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ مقدس چلپانیس یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے مگر اس طرح کہ گویا نہیں دیکھ رہے تھے۔ گناہ کا دیوتا اُن کے سامنے رقص کر رہا تھا۔ اور وہ دیکھ دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ ساری قوم ظلمت کی چادر میں سما گئی تھی۔ مگر اُن کی سیاہ کار آنکھیں قومی وجود کا اب بھی احساس کر سکتی تھیں۔

ستاری کی شان آگے بڑھی اور اس نے چلپانیس کو مخاطب کر کے کہا۔ چلپانیس! تم دامن شریعت کو تار تار کر چکے ہو۔ آؤ پھر تمہیں ویسا ہی کر دیں۔ تم راستہ بھول گئے ہو۔ آؤ پھر تمہیں راہ پر لگا دیں۔

چلپانیس پھر جھک گئے۔ قدرت نے پھر اُنہیں ویسا ہی کر دیا۔ ساری قوم پھر کچھ اعتدال پر آئی۔ لیکن ناری فطرت مسلسل اپنا کام کر رہی تھی۔ قدرت نے بارہا فہمائش کیں متعدد بار ہدایتیں کیں مگر نار بہر حال نار تھی۔ آخر کار اُس نے قومی عقل و ہوش کا گھر پھونک ڈالا۔ تمام قوم کو خانماں برباد کر کے چھوڑا۔ اور ان کے ساتھ بھی وہی کچھ ہوا۔ جو اُن سے پہلے سرکشوں کے ساتھ ہوا تھا۔ ابھی چلپانیس کی حکومت اور پیغمبری کو پورے چھتیس ہزار سال بھی میسر نہ آئے تھے کہ وہ انجام کو پہونچا دیے گئے۔

اور اپنے ہمراہ تمام ایسے ہم عصروں کو جو ان کے ساتھ بدکاریوں میں مصروف ہو گئے تھے. گم نامی اور بربادی کی دنیا میں لے گئے۔ اور اس طرح دنیا کا یہ دوسرا دور ہزلیسٹ ہائنس چلپانیس کے ہاتھوں تاریخ کی گم نامیوں میں کھو گیا۔ اور بعد کی آنے والی نسلیں ڈھونڈتی رہ گئیں کہ ان کے دادا چاپانیس نے اُن کے لیے کیا چھوڑا۔

اب دُنیا پھر خالی تھی۔ چند رہے سہے عبادت گذار کہیں کہیں نظر آرہے تھے۔ مگر قہر خداوندی کے خوف سے لرزاں اور اپنے نامعلوم انجام کے منتظر۔ قدرت نے پھر ایک ضرورت محسوس کی۔ ہر طرف دیکھا ایک مقدس صورت بزرگ اپنی قوم کی کھوئی ہوئی عظمت ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ کہ قدرت کی نگاہ انتخاب میں سما گئے کیا ڈھونڈ رہے تھے اور کیا مل گیا۔

ان بزرگ کا نام بَلیقا تھا۔ ان کی اولاد کے متعلق بعض روایتوں سے پتہ چلا ہے کہ بہت ہی بدافعال تھی۔ اور یہ اسی غم میں دن رات رویا کرتے تھے۔ ضرورت سے زیادہ عبادتیں کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ میری ریاضت سے خوش ہو کر پروردگار میری اولاد کے گناہ معاف کردے گا۔ ان کے بیٹوں اور بیٹیوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ کہ خود اُنہیں صحیح تعداد کا حال معلوم نہ تھا۔ نہ سب کے نام یاد رکھ سکتے تھے۔ سنا ہے کہ ایک بار انھوں نے اپنی تمام اولاد کو ایک جگہ جمع کر کے شمار کرنے کی کوشش کی لیکن شمار کے بعد معلوم ہوا کہ ان کے کئی بیٹے تعداد میں نہ آسکے کیونکہ وہ اس وقت موجود نہ تھے اور ماں باپ کو خیال تک نہ تھا کہ حاضرین کے علاوہ ان کی اور بھی کوئی اولاد ہے۔ لیکن جب

سامنے آئے تو ماں باپ کو یاد آ گیا کہ وہ بھی انہیں کے بچے ہیں جس وقت قدرت کی انتخابی نگاہیں بلیقا پر پڑی ہیں۔ اُن کی عمر دو ہزار سال سے کچھ زیادہ تھی۔ اور خدمت قوم کا جذبہ ان کے دل میں شباب کی منزلیں طے کر رہا تھا۔ اس نئی توقیر سے ان کا دل باغ باغ ہو گیا۔ قدرت نے انہیں اُن کی قوم کا پیغمبر بھی بنایا، اور بادشاہ بھی اس اعزاز کے بعد اُن کی ریاضت میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ بلیقا نے بڑی جانفشانی اور ایمانداری کیساتھ اپنے عہدہ کے فرائض انجام دیئے۔ اور ایسی عابدانہ زندگی کا نمونہ پیش کیا کہ اُن کی قوم سر تاپا عبادت بن گئی۔

تقریباً چھتیس ہزار سال تک یہی کیفیت رہی دنیا کے ذرہ ذرہ پر بلیقا کی حکومت تھی۔ ہر طرف شریعت آسمانی کا ڈنکہ بج رہا تھا۔ لیکن وائے بدنصیبی کہ ناری ذہنیت پھر بیدار ہو گئی۔ اور حالات دیکھکر بلبلا اٹھی۔ اُسے کب گوارا تھا۔ کہ خارزار دنیا میں نیکیوں کی حکومت ہو۔ اُس کے خیال میں شاید نیک اعمال کا وجود اس فانی دنیا کے لئے موزوں نہیں تھا۔ چنانچہ دیکھتے دیکھتے ہوا کا رُخ پھر گیا۔ ٹھنڈی ہواؤں کے نرم نرم جھونکے آندھیاں بن کر سنسنانے لگے۔ حالات بے قابو ہوئے اور ظلمات کی حکومت کا پرچم لہرانے لگا۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہو گیا۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ سیاہکاروں کی قوت باصرہ منہ موڑ بیٹھی اور انہیں ہر طرف تاریکی ہی تاریکی کا احساس ہونے لگا۔

اندھے کو اندھیرے میں دور کی سوجھتی ہے۔ ساری قوم سیاہ کاریوں کی موجد بن گئی۔ اور وہ وہ گناہگاریاں تراشی گئیں کہ زمین اور

آسمان لرز گئے۔

انجام کار قدرت نے نار کو نار میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور سرکشان شریعت کو اتمام حجت کے بعد فنا کی آغوش میں پہونچادیا۔

دنیا اب پھر خالی تھی۔ سالار کارواں کی ضرورت نے قدرت کو پھر متوجہ کیا۔ اور باقی ماندہ افراد میں سے ہاموس جنّی کے نام پروانہ پیغمبری جاری ہوا۔ یہ بزرگ اپنی تمام قوم میں مقابلتہً نیک طینت اور ممتاز تھے۔ حکومت اور پیغمبری کے بعد ان کے مراتب میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔ ساتھ ہی قدرت کی طرف سے مختلف ہدایتوں کے علاوہ یہ نوٹس بھی ملا کہ اگر تم نے پچھلے نبیوں کی طرح بغاوت کی اور شریعت آسمانی کی توہین کے مرتکب ہوئے تو تمہیں اِن سب سے زیادہ سخت سزا دی جائے گی۔ اور وہ ایسی سزا ہوگی کہ اگر تم آج اُسے معلوم کر لو تو خوف و دہشت کے مارے تمہارے کلیجہ کے ٹکڑے اُڑ جائیں۔

ہاموس نے خلوص قلب سے وعدہ کیا کہ میں شریعت کی پوری طرح حفاظت کروں گا۔ اور کوشش کروں گا کہ میں اور میری قوم پوری طرح قواعد آسمانی کی پابند ہوکر رہے۔

وعدہ کرنے والا ناری تھا۔ وعدہ بھی ناری تھا۔ کب تک رہتا۔ رفتہ رفتہ ناری فطرت رنگ جمانے لگی۔ اور اپنے اسلاف کی طرح پورے چھتیس ہزار سال گذرنے کے بعد آخر کار اُسی مرکز پر آگئی۔ جہاں سے عالم فنا کا راستہ بالکل سیدھا اور تباہی کا زینہ قریب تر ہے اور جہاں پہونچ کر پچھلی قومیں شریعت کی قید و بند سے اپنی ذات کو آزاد سمجھنے لگی تھیں۔ شروع میں تو ہاموس جنی نے اپنی قوم کو بہت سمجھایا۔ لیکن اُسے کامیابی نہ ہوئی یہاں تک کہ رفتہ

رفتہ سیاہکاریوں کے دیوتا کے سامنے ایک دن ہاموس بھی سربجود نظر آیا۔ پھر کیا تھا بستیاں بھئے کو زوال اب ڈر کا ہے کا۔ جب پیغمبر اور راہبر ہی گناہوں کا پجاری بن جائے تو اس کی قوم کیسے بچ سکتی ہے۔ وہ جو ایک روک تھی ہاموس کی غداری سے جاتی رہی۔ کچھ افراد ایسے بھی تھے جو عرصہ تک گناہوں کی دنیا سے اپنا دامن بچائے رہے۔ لیکن راہبر کو مصروف گناہ دیکھ کر اُن کا جی بھی للچا آیا۔ اور انھوں نے بھی اپنا تقدس کا لبادہ سیاہ کاری کی بھٹی میں پھونک دیا۔

ان سے پہلے جو تین دور گذرے اُن میں ابھی یہ ہولناک سیاہکاریاں نہ تھیں۔ کہیں کہیں زہد و تقوی کے مریض دم توڑتے نظر آہی جاتے تھے۔ لیکن اس چوتھے دور میں تو ذرہ ذرہ انجام سے بے خبر ہو کر شریعت کی دھجیاں اڑا رہا تھا۔

قدرت نے پہلے ہی دن فیصلہ سنا دیا تھا کہ اگر تم نے اپنے اسلاف کی طرح غداری کی تو تمہیں اُن سے زیادہ لرزہ خیز سزا دی جائے گی۔ چنانچہ باری تعالےٰ نے فرشتوں کی ایک فوج کو حکم دیا کہ وہ زمین پر جائے اور ہاموس کی قوم کو انتہائی سختیوں کے ساتھ تباہ کردے۔ اور ایسا قتل عام ہو کہ شریعت سے غداری کرنے والوں کے لئے ہمیشہ کے واسطے ایک مثال بن جائے۔

ملائکہ کی فوج مقابلہ کے لئے زمین پر آئی۔ اور ادائے فرض میں مصروف ہو گئی۔ قوم جنات نے بھی بڑی بہادری سے اُن کا مقابلہ کیا لیکن فرشتے بہرحال فرشتے تھے۔ آخرکار غالب آگئے۔ قتل عام سے جو چند افراد بچ سکے وہ اِدھر اُدھر جزیروں میں بھاگ گئے۔ اور بےشمار چھوٹی عمر کے بچے

فرشتوں کی حراست میں آگئے۔ انہی کم سن قیدیوں میں اپنی کم عمری کے سبب میں بھی تھا۔ ہر چند کہ میں نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن گرفتار کرنے والے زیادہ طاقت ور تھے اور میں ان کے چنگل سے نہ بچ سکا۔

میں بچپن میں بے حد حسین تھا۔ میری ذہانت اور قابلیت سے میرے والدین کو بہت کچھ امیدیں وابستہ تھیں۔ میرے خاندان کے بہت سے لوگ میرے ماں باپ سے محض اسی وجہ سے عداوت رکھتے تھے کہ ان کا حسین و جمیل اور ایسا ذہین بیٹا ہمیں کیوں نہ ملا۔ بہر حال اس قید کے بعد بھی میری ذہانت اور حسن بیکار نہیں گئے۔ مجھے دیکھکر فرشتوں کو رحم آگیا۔ اور انھوں نے آپس میں مشورہ کر کے پروردگار عالم سے التجا کی کہ اگر اجازت ہو تو اس کم سن بچے کو ہم آسمان پر لے آئیں۔ یہ بہت ذہین ہے اور ہمارا خیال ہے کہ اس کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ فرشتوں نے کہا۔

پروردگار! تو عالم الغیب ہے۔ آئندہ کے بھید تو ہی جان سکتا ہے لیکن بظاہر یہ لڑکا اگر اچھی تعلیم ملے تو ہمارے خیال میں ٹھیک ہو جائیگا۔

قدرت کو تو منظور ہی کچھ اور تھا۔ حکم ہوا اچھا اس بچے کو آسمان پر لے آؤ اور باقی بچوں کو وہیں دنیا میں چھوڑ دو۔ چنانچہ حکم باری تعالٰے کے ماتحت فرشتے مجھے آسمان پر لے گئے۔

## انسانی دنیا کا دھوکا

سنتا ہوں کہ انسانی دنیا کے بعض تاریخ داں اصحاب میرے متعلق ایک نہایت ہی دلچسپ رائے رکھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مجھے فرشتوں نے قید نہیں کیا۔ بلکہ ان کی رائے میں واقعہ یوں ہوا تھا کہ قوم جنہ کی

بد اعمالی اور گناہگاریوں کو دیکھ کر عزازیل یعنی میں نے گوشہ تنہائی کو اپنے لئے پسند کیا۔ اور فساد کی دنیا سے دور کسی سنسان مقام پر خدا کی عبادت میں مصروف ہو گیا۔ جب فرشتے مفسدوں کا سر کچل کر فارغ ہوئے اور عزازیل کو مصروف عبادت دیکھا تو انہیں بہت تعجب ہوا اور پروردگار سے عرض کی کہ اگر حکم ہو تو اس زاہد و متقی کو ہم اپنے ساتھ رکھ لیں کیونکہ یہ اس گناہ آلود دنیا کے لائق نہیں ہے اور ہمارے ساتھ اس کا نباہ خوب ہو جائے گا۔ پروردگار کو تو منظور ہی یہ تھا لہٰذا اس نے فرشتوں کی التجا منظور کی اور عزازیل کو آسمان پر فرشتوں کے ساتھ رکھنا منظور کر لیا۔

خیر اس طرح بھی میری کوئی توہین نہیں ہے۔ اگر ایسا مشہور ہوا تو کچھ ہرج نہیں۔ بہرحال مجھے صحیح واقعہ لکھنا ضروری تھا۔ اور وہی ہے جو میں نے پہلے لکھا ہے۔ یعنی میں لڑائی کے وقت بصورت فریق مخالف گرفتار کیا گیا تھا۔ اور فرشتوں نے میری عبادت نہیں۔۔۔ بلکہ کم سنی اور معصومی اور خوبصورتی پر ترس کھا کر اور میرے اچھے ذہن اور ہوش سے مختلف امیدیں وابستہ کر کے پروردگار عالم سے سفارش کی تھی۔

بہرحال میں خود اپنی مرضی سے یا اپنی التجا سے آسمان پر نہیں گیا تھا چند فرشتوں نے سفارش کی اور پروردگار نے منظور کیا۔ میرا کیا بگڑتا تھا۔ اور بگڑتا کیا۔ میرا تو فائدہ اسی میں تھا کہ کسی صورت سے جان بچے۔ میں تو اپنی آنکھوں سے غداروں کا قتل عام دیکھ چکا تھا۔ یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ مجھ پر کسی کا کوئی احسان نہیں رہا۔ اور مفت میں جان بچ گئی۔ میں نے بھی سوچا کہ خیریت اسی میں ہے کہ اس وقت جان بچنے کی خوشی کا اظہار نہ ہونے پائے ورنہ فرشتے اور خدا یہ سمجھ لیں گے کہ جان بچنے سے اس لڑکے کو خوشی ہوئی ہے۔ اور یہ خود

چاہتا ہے کہ اسے فنا نہ کیا جائے۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ اگر اس وقت پروردگار
کو یہ اطلاع ہوجاتی یا فرشتے کسی طرح یہ جان سکتے ہیں کہ اس انقلاب سے مسرور
ہوں تو یقیناً کوئی نہ کوئی شرط اسی وقت لگادی جاتی۔ مگر وہ تو خیریت ہی رہی
کہ فرشتوں نے التجا کی اور پروردگار نے منظور کرلیا۔

مجھے کیا خبر تھی اس وقت کہ میرا یہ خیال لچر ہے اور ایک نہ ایک دن
مجھے تکلیف دیگا۔ میں تو یہ جانتا تھا کہ علم غیب کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتا۔ اگر
اس وقت مجھ سے کوئی یہ کہدیتا کہ پروردگار دور کی بات بھی جان لیتا ہے
اور دل کا بھید بھی اسے کسی طاقت سے معلوم ہوجاتا ہے۔ سچ جانئے اکیدفعہ
تو میں اس مہربانی کا شکریہ ادا ہی کرلیتا۔ اور عجب نہیں اس وقت کی ممنونیت
آج میرے کام آجاتی۔ لیکن اب وقت گذر چکا۔ اس کی تلافی ممکن ہی نہیں
ہے۔ ہائے مجھے کیا خبر تھی کہ اس وقت کی روشنی طبع مجھ پر بلائے ناگہانی
کی طرح ٹوٹ پڑے گی۔ جب میں آسمان پر رہتا تھا تو بارہا مجھے فرشتوں نے یہ
طعنہ دیا تھا کہ ہم نے تمہاری سفارش کی اور جان بچائی پروردگار سے التجائیں کرکے
تمہیں زندہ رہنے کا موقع دیا۔ اور ہمارے پروردگار نے اُسے منظور کیا۔ لیکن
تم نے اس احسان عظیم کے عوض اُس وقت کسی ممنونیت کا اظہار نہیں کیا۔

اُس وقت تو نہیں مگر ہاں آج مجھے پچھتانا پڑ رہا ہے اگر اُس وقت ایک
آدھ ظاہری سجدہ کرلیتا تو میرا کیا بگڑتا تھا مگر میں اپنی عقل کے زعم میں رہا اور
واقعات اپنا کام کرگئے۔

ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ فرشتے مجھے گرفتار کرکے آسمان پر لے گئے
اس وقت میری عمر دو سو بیاسی سال کی تھی۔ ممکن ہے کہ یہ عمر آج کل کے زمانہ
میں تعجب انگیز ہو کیونکہ میں نے اس عمر کے باوجود اپنی ذات کو گرفتاری کے وقت

کم سن بنایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں عمریں محدود نہیں ہوتی
تھیں۔ بے حد بندی تو اسی وقت ہو سکتی ہے جب ابتدا کے بعد انتہا ہو اور آغاز
کے بعد انجام ہو۔ اور پیدائش کے بعد فنا کی کوئی صورت مقرر ہو۔ چونکہ ہمارے
لیے فنا کا کوئی وقت نہ تھا۔ اس واسطے ہزارہا سال کی عمر تک کم سنی کا زمانہ شمار
ہوتا تھا۔

## حسب نسب

قبل اس کے کہ میں آئندہ کے واقعات لکھوں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے
کہ اپنی سابقہ عمر اور حسب نسب کے متعلق بھی مختصراً عرض کر دیا جائے۔

میری پیدائش دنیا کی ابتدا سے ایک لاکھ چوالیس ہزار سال بعد ظہور میں
آئی ہے۔ سب سے پہلے میرے جد امجد ابو الجن طارہ نوس جان پیدا کئے گئے
تھے جو چھتیس ہزار سال تک ساری دنیا پر حکومت اور پیغمبری کرتے رہے اور
آخرکار شریعت آسمانی کی سرکشی کے باعث فنا ہوئے۔ ان کے بعد دنیا کا دوسرا
دور شروع ہوا۔ اور جلیانیس سریرآرائے سلطنت ہوئے۔ انھوں نے بھی بہت
شاندار طریقہ سے چھتیس ہزار سال گذار دیئے۔ اس کے بعد شریعت کو بھول گئے
اور اسی باعث انہیں اپنی ہستی کو بھی بھولنا پڑا۔ تیسرا دور بلیقا کا تھا۔ یہ حضرت
بھی اسی مدت میں عروج اور زوال کی منزلیں طے کر گئے۔ چوتھی باری میرے
جد امجد ہاموس جنی کی تھی۔ انھوں نے بھی چھتیس ہزار برس تک شریعت
آسمانی کا جھنڈا بلند رکھا اور انجام کار اپنے اسلاف کے مقلد بنکر گناہ کے دیوتا
کی رگ رگ میں سما گئے۔ میرے والد صاحب قبلہ بھی انہی حضرت کی اولاد میں
تھے۔ اور محترمہ والدہ کو بھی یہی شرف حاصل تھا۔ اور خدا غارت کرے اس شرف

کو مجھے بھی بہی لپٹ گیا۔ اور آخر کار اپنے دادا جان کے عذاب میں مجھ جیسے بے گناہ اور کم سن پوتے کو بھی اسیر ہونا پڑا۔ خیر یہ تو دل کے پھپولے ہیں ہمیشہ پھوٹتے ہی رہیں گے۔ پھوٹنے دیجیئے۔ آپ تو یہ سنئے کہ میں کون ہوں اور میرے باپ دادا کون تھے۔

جس طرح آج کل مختلف انسانوں کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں ٹھیک اسی طرح اس وقت بھی ہوتا تھا۔ فرق صرف یہ ہے کہ آج کل شکلوں کا اختلاف بہت معمولی ہوتا ہے۔ اور ہر صورت چہرہ انسانی ہی رہتا ہے۔ مگر ہمارے زمانہ میں بات ہی کچھ اور تھی۔ مثلاً ایک مرد کا چہرہ اگر گھوڑے کا سا ہے تو دوسرے کا بلی کا سا ہو سکتا ہے۔ اور یہ تعجب کی بات نہیں سمجھی جاتی تھی۔ ہر فرد کا جسم تقریباً ایک سا ہی ہوتا تھا۔ جس طرح آج کل انسانی جسم موٹا پتلا۔ بھدا۔ نازک وغیرہ شکلوں کا ہوتا ہے ایسا ہی اُس وقت بھی دستور تھا۔ صرف چہروں کی ساخت نمایاں اختلاف رکھتی تھی۔ اور یہی پہچان کا ذریعہ تھا۔

میرے والد کا قومی نام جلیپا تھا۔ لیکن ان کی قوم والے انہیں کنیت کی مناسبت سے ابوالغوی کہہ کر پکارتے تھے۔ ان کا چہرہ تقریباً ایسا تھا جیسے آجکل کے زمانہ میں ببر شیر کا ہوتا ہے۔ نہایت قدآور اور بہادر تھے۔ اگر آج کل کے حساب سے بتایا جائے تو ان کا جسمانی وزن ۱۴ من ۳۵ سیر تھا۔ قوم کیطرف سے اُن کو شاشین کا خطاب تھا۔ شاشین کے لغوی معنے ہماری زبان میں دل ہلا دینے والے کے ہیں۔ میرے والد کی تمام قوم پر دھاک بیٹھی ہوئی تھی وہ جس سے خفا ہوتے تھے اس کی زندگی اجیرن ہو جاتی تھی۔ اور جس سے خوش ہوتے تھے نہال کر دیتے تھے۔ قوم کا بچہ بچہ ان کا احترام کرتا تھا۔

اسی طرح میری والدہ بھی بہت دلیر اور طاقتور تھیں اُن کا نام نبلیث

تھا۔ اُن کا چہرہ کچھ اس ساخت کا تھا کہ آج میں مثال دیکر بھی مشکل سے سمجھا سکتا ہوں۔ بہرحال ایک حد تک ان کے چہرہ کی ساخت آج کل کے بھیڑیئے کی مادہ سے بہت کچھ ملتی جلتی تھی۔ اُن کے متعلق عام بات یہ مشہور تھی کہ وہ اپنے زمانہ کی سب سے زیادہ حسین و جمیل مادہ ہیں۔ لیکن نہایت جنگجو اور دلیر۔ بہادر ایسی کہ جنگ میں ہزار نروں کا مونہہ پھیر دیں۔ فرشتوں سے آخری جنگ کے وقت ان کی بہادری نے وہ وہ نظارے پیش کئے کہ دیکھنے والے عش عش کر گئے۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ جن اور فرشتے کی جوڑ برابر کی نہیں تھی۔ ورنہ ہماری قوم میں نبلیث جیسی بہادر مادہ کے ہوتے ہوئے شکست ناممکن تھی۔ دوران جنگ میں قوم کے بچہ بچہ کی زبان پر تھا کہ قوم جنہ کی مایۂ ناز مادہ نبلیث کے زندہ ہوتے ہوئے دنیا کی کوئی طاقت ہمیں زیر نہیں کر سکتی۔

خود میرا بھی یہی خیال تھا کہ اماں جان کی بعید از قیاس بہادری کے مقابلہ میں آکر فرشتوں نے زبردست غلطی کی ہے۔ اور انہیں منہ کی کھانی پڑیگی اور درحقیقت منہ کی کھانی پڑتی اگر کوئی اندرونی طاقت کام نہ کر رہی ہوتی۔ بچارے کم طاقت فرشتے ہمارے مقابلہ پر کیا جنگ کر سکتے تھے۔ یہ بھی خدا جانے کیا بات تھی کہ ہم دب گئے۔ ورنہ وہ وہ جوہر دکھلاتے کہ فرشتوں کو چھٹی کا دودھ یاد آجاتا۔

اس عجیب و غریب جنگ کا سماں کچھ ایسا ناقابل فہم تھا کہ ساری قوم حیرت میں تھی۔ فرشتوں کا وار ہم پر بھرپور پڑ رہا تھا۔ لیکن ہمارا وار کچھ ایسا اوچھا اور بزدلانہ پڑتا تھا کہ خود ہمیں حیرت ہوتی تھی۔ وہ وار کرتے تھے تو ہم پر پڑتا تھا اور جب ہم وار کرتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہم نے ریت کے ڈھیر پر حملہ کیا۔

اسی ناقابل فہم اور حیرت ناک جنگ میں والد اور والدہ شہید ہو گئے۔ میں بھی اس وقت شادی شدہ تھا۔ میری جان نثار ملکہ بھی اسی لڑائی میں سدھار گئی۔ اور میرا بڑا لڑکا بھی بیچارہ اسی جنگ میں ختم ہوا۔ اس کا نام مُرّہ تھا۔ بیچارے کی شادی کے دن قریب تھے۔ اگر یہ جنگ کچھ عرصہ بعد ہوتی تو وہ غریب بھی شادی کی مسرتیں دیکھ جاتا۔ مگر افسوس ہے کہ ہمیں اپنے دادا ہاموس کی طرف سے ایک ایسا تاوان ادا کرنا تھا جو کسی حال میں مہلت دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ مُرّہ غریب بن آئی مارا گیا۔ اس نے تو ابھی دنیا میں پوری طرح قدم بھی نہ رکھا تھا کہ اپنے بزرگوار ہاموس جنّی کے گناہوں کی پاداش میں فنا کی قربان گاہ پر چڑھا دیا گیا۔ اور اپنے دادا ابوالغوی جلیپا اور دادی بلیث کے ساتھ ساتھ گمنامی کے عمیق سمندر میں انسانی مورخوں کی نظروں سے بہت دور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کھو گیا۔ اور آنے والی انسانی دنیا کے لئے غلط فہمی چھوڑ گیا کہ اس کا باپ (یعنی شیطان) فرشتہ ہے۔ اور شاید بے ماں باپ کے پیدا ہوا ہے۔ اور غالباً یہ غلط خیال بھی کہ بیچارہ شیطان لاولد ہے غیر شادی شدہ ہے۔ (خدا نہ کرے جو میں لاولد ہوں)

خیر مجھے اس سے کوئی بحث نہیں کہ میرے لختِ جگر مُرّہ نے دنیا کے لئے کیا چھوڑا اور اپنے ساتھ کیا لے گیا۔ مجھے تو ان نادان انسانی مورخوں پر ہنسی آتی ہے جو مٹی کی عقل لئے پھرتے ہیں۔ اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم تاریخ کے اندھے کنوئیں سے بہت دور کی کوڑی لا سکتے ہیں اور جن کی تاریخی معلومات کا یہ عالم ہے کہ فرشتہ اور جن میں بھی تمیز نہیں کر سکتے۔

# میری عمر کا ابتدائی حصّہ

بتا چکا ہوں کہ میں دنیا کی ابتدا سے ایک لاکھ چوالیس ہزار سال بعد پیدا ہوا تھا اور دنیا کی تباہی کے وقت میری عمر دو سو بیاسی سال کی تھی۔ اس مختصر عمر کی کیفیت یہ ہے کہ مجھے والد صاحب نے اپنے ایک دوست سے جنکا نام ثربوق تھا ابتدائی تعلیم دلائی۔ ذہن اچھا تھا تھوڑے ہی عرصہ میں چل نکلا۔ اور تعلیم کے میدان میں فراٹے بھرنے لگا میری قابلیت کو دیکھکر بہت سے افراد جلنے لگے اور انھوں نے یہ شہرت دینی شروع کی کہ عزازیل (یہ میرا قومی نام ہے) بہت مغرور اور خود بین لڑکا ہے۔ اور چونکہ اس کے باپ کی شکل شیر کی سی ہے۔ اس واسطے نہایت خود دار اور سرکش ہے۔ اور اس کا مارا بچ ہی نہیں سکتا۔ اور چونکہ ماں کی شکل بھیڑیے سے مشابہ ہے اس واسطے نہایت مکار اور خودغرض ہے۔ دھوکہ باز اور فریبی ہے۔

ممکن ہے کہ مجھ میں یہ صفات ہوں یا میری قوم کے حاسدوں نے یہ باتیں جلن کی وجہ سے مشہور کر دی ہوں بہرحال یہ واقعہ ہے کہ بچپن میں ضدی بہت تھا۔ اور گو اُس وقت تو نہیں مگر آج مجھے تجربات کی بنا پر یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ میں والدین کی اطاعت سے بھی گریز کیا کرتا تھا نافرمان تھا۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ میں نے ہمیشہ ماں باپ کے ساتھ گستاخانہ برتاؤ کئے۔ لیکن ان بچاروں نے ہمیشہ عفو اور درگذر سے کام لیا۔ میں نے بارہا والد صاحب قبلہ کو ایک حقیر ملازم کے مانند ڈانٹ دیا لیکن وہ بچارے ہمیشہ میرے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے رہے۔

(یہاں دنیا کے انسانی مورخین نوٹ کریں کہ میں کس آزادی کیساتھ اپنی برائیاں بھی لکھتا چلا جا رہا ہوں۔ اگر میری جگہ حضرت انسان ہوتے اور ان سے بھی بچپن میں اسی قسم کی گستاخانہ حرکتیں سرزد ہوتیں تو وہ ان واقعات کو اس طرح لکھتے کہ بچپن میں میرے معزز والدین مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ اور میری ناز برداریوں میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھتے تھے میری تعلیم و تربیت کا انہیں خاص خیال تھا چنانچہ انھوں نے مجھے تمام دنیا کی ہر زبان کا اور ہر علم کا دستاد بند عالم اور فاضل بنایا۔ کروروں روپیہ میری تعلیم پر پانی کی طرح بہایا تب کہیں یہ خاکسار دنیا میں رہنے کے قابل ہوا)

(دیکھی آپ نے انسانی خاکساری سب کچھ کہہ جاتا ہے۔ ہر قسم کا رنگ جما دینے کے بعد کیسے سوکھے منہ سے کہتا ہے کہ "تب کہیں یہ خاکسار دنیا میں رہنے کے قابل ہوا ہے"! اس کے علاوہ گستاخانہ رویہ کو بتاتا ہے کہ والدین میرے ناز بردار تھے۔ مجھ سے محبت کرتے تھے۔ گویا انسان کے خیال میں گستاخی کرنے کے بعد اگر کوئی بزرگ معاف کردے یا درگذر کی اُس سے غلطی ہو تو انسان سمجھتا ہے کہ اُس سے محبت کی گئی۔ اور اس کی نازبرداری ہوئی۔ تف ہے اس سمجھ پر)

خیر چھوڑیے ان باتوں کو۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ میں بچپن میں خدا جانے کیوں گستاخ تھا۔ ماں باپ کا جتنا احترام کرنا چاہیے میں اس کا عشر عشیر بھی نہ کرتا تھا۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے میری موجودہ بدنامیوں کا باعث ایک حد تک والدین کی نافرمانی بھی ہے جو دوسرے بڑے اسباب کے ساتھ مل کر رسوائی کی زیادتی کا سبب بنی۔

موجودہ دنیا والوں کا خیال ہے کہ میں صرف ایک سجدہ کے انکار پر

ان حالوں کو پہونچا ہوں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ سجدہ نہ کرنے کا تو ایک بہانا بن کر رہ گیا۔ درحقیقت میری بدنامیوں کے اور بھی بہت سے اسباب ہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر میں اس دن آدمؑ کو سجدہ کر لیتا تو شاید میری سیاہ بختیوں پر اور کچھ دن پردہ پڑا رہتا۔ مگر وہ تو قدرت ہی کو یہ منظور تھا کہ میں نسل آدم کا دشمن مشہور ہو جاؤں۔ اور قیامت تک مجھ پر لعنت اور پھٹکار کی بارش ہوتی رہے۔

# آسمان کی سکونت

عین اس وقت جبکہ میں شباب کی ابتدائی منزلوں سے گزر رہا تھا۔ وہ جنگ شروع ہوئی جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اور جس میں میرے والدین اور قوم کے لاتعداد افراد لقمۂ اجل ہوئے۔ اور جس نے دُنیا کا یہ چوتھا دور بھی ختم کر دیا۔ اس جنگ میں فرشتوں نے مجھے اسیر کر لیا اور خدائے قدوس کی اجازت سے مجھے آسمان پر لے گئے۔ اس حفاظت جان سے مجھے درحقیقت بیحد مسرت تھی لیکن تجربہ کے بعد آج افسوس کرتا ہوں۔ اگر مجھے بھی میری قوم کے ساتھ ہی فنا کر دیا جاتا تو زیادہ اچھا تھا۔ اس ذلت کی زندگی سے موت ہزار درجہ بہتر تھی۔ لیکن مجھے اس وقت کیا خبر تھی کہ آئندہ میری زندگی میرے ساتھ کیسے کیسے ذلت انگیز کھیل کھیلے گی۔ میں صرف یہی سمجھ رہا تھا کہ جان بچ گئی اور اب ہمیشہ فرشتوں کی صحبت میں آرام سے بسر ہوگی۔

شروع شروع میں مجھے فرشتوں نے پڑھایا، علوم مختلفہ کی تعلیم دی اکثر آسمانی راز اور ان کے تفصیلی واقعات سے آگاہ کیا۔ پروردگار عالم کے رتبہ اور جاہ وجلال سے آشنا کیا۔ عبادت اور ریاضت کے طریقے سمجھائے۔ آداب آسمانی بتائے۔ اور جب میں اپنے تیز ذہن اور زبردست حافظہ کی مدد سے سب کچھ سیکھ گیا تو وہی فرشتے (غالباً حکم خداوندی کے ماتحت) مجھ سے علوم عالیہ میں امداد لینے لگے۔ رفتہ رفتہ میں اپنی قابلیت کے باعث فرشتوں کا مکمل اُستاد بن گیا۔ اب میری وہ پوزیشن ہو گئی جو کبھی میرے سامنے فرشتوں کی تھی ایک وقت وہ تھا کہ میں ان کے سامنے ایک مبتدی شاگرد کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے بعد ایک دن وہ آیا کہ وہ سب کے سب میری شاگردی کو باعث

افتخار سمجھنے لگے۔

اللہ اللہ قدرت بھی کیسے کیسے عجوبے پیش کرتی ہے۔ کبھی کسی کو اعزاز بخشتی ہے۔ اور کبھی کسی کو۔ اللہ میاں کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ وہ اپنی رائے اور اپنے ارادہ کو سب سے الگ تھلگ رکھتے ہیں۔ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی اور انہیں جو کچھ کرنا ہوتا ہے کر جاتے ہیں جس کو چاہتے ہیں عزت دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں ذلت دیتے ہیں۔ جو اُن کے راستہ سے گمراہ ہو جائے پھر اُسے کوئی طاقت صراط مستقیم پر نہیں لا سکتی اور جسے وہ راہِ راست کی کنجی دیدیں پھر اُسے کوئی طاقت گمراہ نہیں کر سکتی۔

موجودہ زمانہ میں بھی اُن کا وہی دستور اٹل ہے۔ قرآن مجید میں بھی انہوں نے بار بار یہی جتایا ہے کہ ہم جسے چاہتے ہیں عزت دیتے ہیں جسے چاہتے ہیں ذلت دیتے ہیں کوئی ہمیں مشورہ دینے کا مجاز نہیں۔

———— ٭٭٭ ————

# آسمانوں کی سکونت

## پہلے آسمان پر

میری عبادت اور ریاضت پورے جوش پر تھی۔ وعظ کی مجلسیں روزانہ ہوا کرتی تھیں۔ پہلے آسمان کے فرشتے میرے درس و تدریس سے بہت کچھ سیکھ چکے تھے۔ میں بھی ان سب سے مانوس ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے میں بھی انہیں میں سے ایک ہوں۔ میرے سب ساتھی اکثر آپس میں ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے رہتے تھے۔ کہ پروردگار نے عزازیل جیسی ہستی ان کی تعلیم و تربیت کے لئے بخشی ہے۔ مجھے بھی سب کچھ معلوم تھا کہ یہ فرشتے میرے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔ ایک روز یکایک مجھے بتایا گیا کہ آسمان دوم کے فرشتے میرے جلیس ہونا چاہتے ہیں۔ اور وہ بھی میرے پند و نصائح سے کچھ فائدہ اٹھانے کی تمنا رکھتے ہیں۔ میں نے یہ سن کر جواب دیا کہ میں حاضر ہوں جو کچھ جانتا ہوں اُن کو بھی ضرور بتاؤں گا۔ وہ شوق سے وعظ کی مجلسوں میں شریک ہوا کریں۔ لیکن اس کے جواب میں مجھے بتایا گیا کہ آسمان دوم کے فرشتے پہلے آسمان پر نہیں آسکتے یہ اُن کی تحقیر ہوگی۔ چنانچہ میں بحکم خداوندی دوسرے آسمان پر پہنچا دیا گیا۔ پہلے آسمان کے فرشتوں کو میری اس تبدیلی اور جدائی سے افسوس ہوا۔ مگر میں نے انہیں سمجھا دیا کہ حکم خداوندی کے آگے ہم سب کی گردنیں خم ہیں۔ اور یہی ہمارا امتیاز ہے۔ چنانچہ آسمان اول کے فرشتے میرے

سمجھانے سے کچھ مطمئن ہو گئے۔ اور میں اپنے محبوب ساتھیوں کو باحسرت ویاس چھوڑ کر مجبوراً دوسرے آسمان پر چلا گیا۔

## دوسرے آسمان پر

یہاں پہنچا تو فرشتوں نے میری بڑی آؤ بھگت کی اور مجھ سے کہا کہ ہم سب نے بارگاہِ قدوس میں عرض و معروض کرکے آپ کو حاصل کیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو اگر آپ کی زندگی اور عمل سے کچھ ہم بھی سیکھ سکیں۔ وہی وعظ کی مجلسیں جو آپ آسمان اولین پر منعقد فرمایا کرتے تھے۔ یہاں ہمارے لئے بھی مفید ہونگی۔ میں نے کہا پیارے دوستو! میں ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ چنانچہ آج سے وہی مشاغل جو پہلے آسمان پر تھے یہاں بھی شروع ہو گئے۔ ایک مدت دراز تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ میری ضرورت تیسرے آسمان کے فرشتوں کو محسوس ہوئی اور اسی طرح مجھے بادل ناخواستہ دوسرے آسمان کے پیارے ساتھیوں کو الوداع کہنا پڑا۔ چلتے وقت میرے محبوب دوستوں نے جن مایوس نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا وہ تیر کی طرح میرے سینہ کو چھلنی کر گئیں اور آج تک اُن کا اثر محسوس کرتا ہوں۔

## تیسرے آسمان پر

پہلے آسمان پر جو بہار تھی کاش میں بیان کر سکنے کی طاقت رکھتا لیکن جب دوسرے آسمان پر پہونچا تھا تو وہاں کے مناظر دیکھکر پہلے آسمان کو بھول گیا تھا۔ مگر اب تیسرے آسمان نے تو مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ کیسا سماں تھا بس یہ میں ہی جانتا ہوں۔

یہاں بھی وہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ روزانہ وعظ کی مجالس ہوتی تھیں۔

اور لاتعداد ملائکہ شرکت کرتے تھے۔ مجھے اس جگہ بہت ہی ہر دلعزیزی حاصل ہوئی۔ میں نے بھی جی کھول کر اپنے احباب کو تعلیم دی۔ اور انہوں نے بھی ہر طرف سے بے نیاز ہو کر میرے اعمال کی تقلید کی اور فنِ عبادت میں چار چاند لگا دئے۔

## چوتھے آسمان پر

ابھی خود میرا جی بھی نہیں بھرا تھا کہ چوتھے آسمان کے ملائکہ کی رگ کشش بھڑک اٹھی اور انھوں نے پروردگار سے التجا کی کہ عزازیل کو کچھ روز کیلئے ہمارے آسمان پر بھی رہنے کا موقع دیجئے تاکہ ہم بھی ان کی نیک تعلیم سے مستفیض ہو سکیں۔ چنانچہ بحکم باری تعالےٰ مجھے آسمان چہارم پر جانا پڑا۔

وہاں میں نے کیا دیکھا یہ ایک بہت بڑا راز ہے اور مجھے اجازت نہیں ہے کہ ظاہر کردوں۔ کیونکہ وہاں علاوہ ملائکہ کے میری ملاقات اور بھی چند مشہور روحوں سے ہوئی بہرحال میں جس لئے آیا تھا اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ یہاں کے فرشتوں نے میری بہت ہی خاطر مدارات کی اور میں نے بھی خوب جی بھر کے ان کے ساتھ محبت کی اور تعلیم خاص سے مستفیض کیا حتیٰ کہ مجھے پانچویں آسمان پر جانے کا حکم سنا دیا گیا۔ اور میں بادل ناخواستہ چوتھے آسمان سے بھی روانہ ہو گیا۔

## پانچویں آسمان پر

یہاں پہونچا تو معلوم ہوا کہ یہاں کے ملائکہ عرصہ دراز سے مجھے بلانے کی کوشش کر رہے تھے۔ آخرکار پروردگار مطلق نے ان کی التجا قبول کی اور مجھے یہاں بھیجدیا۔

اس آسمان پر عجب بہار تھی۔ ہر طرف عبادت ہی عبادت نظر آرہی تھی۔ میں بھی اس مشغلہ میں مصروف ہوگیا۔ اکثر وعظ کی مجلسیں منعقد ہونے لگیں۔ میرے آنے سے یہاں کے فرشتوں میں عبادت خداوندی کا بے پناہ جذبہ پیدا ہوگیا۔ مجھے دیکھ دیکھ کر ان سب نے بھی اپنی ریاضت میں غیر معمولی اضافہ کردیا۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ اس آسمان کی سکونت کو ہوا تھا کہ مجھے چھٹے آسمان پر پہونچنے کا حکم مل گیا۔ چنانچہ میں اپنے سب دوستوں کو الوداع کہتا ہوا روانہ ہوگیا۔

## چھٹے آسمان پر

کتنی بہار تھی اس آسمان پر۔ آہ کاش ایک دفعہ اور دیکھنے کا موقع مل سکتا ایک وہ وقت تھا کہ میں چھٹے آسمان پر حکومت کر رہا تھا۔ اور تمام فرشتے میرے تابعدار اور معتقد تھے اور آج وہ وقت ہے کہ میں صرف ایک نظارہ کو ترستا ہوں۔ یہاں کے ملائکہ کتنے شریف اور کتنے مہمان نواز تھے۔ اف یہ خیال کرکے کلیجہ منھ کو آتا ہے۔ کہ ایسے جنت نظیر مقام سے مجھے محروم ہونا پڑا۔ یہاں بہت ہی کم عرصہ قیام ہوا۔ کہ مجھے ساتویں آسمان پر حاضر ہونے کا حکم سنا دیا گیا۔ چنانچہ میں اپنے ساتھیوں کے اخلاص آمیز برتاؤ پر ممنونیت کے آنسو نچھاور کرکے ساتویں آسمان کے لئے روانہ ہوگیا۔

## ساتویں آسمان پر

ڈرتا ڈرتا نہایت ادب اور احترام کے ساتھ فلک ہفتم پر پہونچا ہر طرف نور کی بارش ہورہی تھی۔ جدھر دیکھئے نور ہی نور تھا۔ یہاں کے ملائکہ کیا تھے

درحقیقت نور کے مجسمے تھے۔ میری آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں۔ چند دربان ملائکہ آگے بڑھے اور انھوں نے حسب دستور آسمان ہفتم کے آداب و احترام سے آگاہ کیا۔

اور آگے بڑھا تو ملائکہ کی ایک مختصر جماعت نے میرا استقبال کیا اور پیغام خداوندی سنایا کہ میں ملائکہ ہفت افلاک کے معلم کی حیثیت سے ساتویں آسمان پر بھی فرشتوں کو اپنی تعلیم و تدریس سے فائدہ پہنچاؤں کیونکہ آسمان ہفتم کے فرشتوں نے خداوند قدوس سے درخواست کر کے مجھے بطور مہمان اپنے پاس بلایا ہے۔

چنانچہ میں ہمہ تن ملائکہ کی تعلیم و تدریس میں مصروف ہو گیا۔ اور مدت دراز تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہاں یہ بات اور لکھدوں کہ اب مجھے اس قسم کے اعزاز کی عادت ہو گئی تھی۔ اس واسطے اپنی حیرت انگیز عظمت اور ترقی پر مجھے کبھی غور کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ نہ مجھے غرور سے واسطہ پڑا۔ بلکہ میں اپنے خیال میں صرف یہ سمجھتا تھا کہ میری پیدائش کا مقصد صرف عبادت الٰہی ہے اور اس کے احکام کی تعمیل چنانچہ اسی تعمیل ارشاد میں فرشتوں کو درس دینے کی خدمت عالیہ انجام دے رہا تھا۔

## جنّت میں

خدا بھلا کرے جنت کے ٹھیکدار بھائی رضوان کا کہ انھوں نے مجھے یہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ بارگاہ قدسی میں عرض معروض کر کے میرے پیر یہاں سے بھی اکھاڑ دیئے اور یہ حکم نامہ بھجوا دیا کہ اب جنت میں پہونچکر کچھ دن ساکنانِ فردوس کو بھی اپنی تعلیم سے فائدہ پہنچاؤں۔

مجھے خدمت علم اور تعمیل ارشادِ خالق کائنات سے ہی اتنی فرصت نہ تھی کہ جنت اور آسمان ہفتم کے فرق پر غور کرتا یا ان میں سے ایک دوسرے کو فضیلت دیتا۔ حکم ہوا کہ جنت میں جاکر کچھ عرصہ وہاں والوں کے ارمان بھی پورے کردو۔ نہ انکار کی مجال نہ اقرار کی ہمت۔ چنانچہ بصد رنج و یاس اپنے ان ساتھیوں کو چھوڑ کر جنت میں چلا گیا۔

جنت میں داخل ہوتے ہی ٹھیکدار صاحب نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ میرا استقبال کیا کہنے کے لئے تو یہ حضرت دربان فردوس ہیں لیکن سچ پوچھو تو بڑے مزے کرتے ہیں۔ انکی زندگی ایسے چین سے گذرتی ہے کہ اس کی مثال موجودہ دنیا کی کوئی راحت ہی نہیں دے سکتی۔

حضرت دیکھتے ہی کہنے لگے۔ آیئے بھائی عزازیل۔ ہمارے ایسے نصیب کہاں کہ آپ کی زیارت کرسکیں اور آپ کی بہترین تعلیم اور قابل تقلید زندگی سے کچھ سبق حاصل کرسکیں میں نے انکساری کے لہجہ میں (واضح رہے کہ اس زمانہ میں خاکساری کا رواج نہیں تھا۔ اس لفظ کی جگہ انکساری کا لفظ استعمال ہوتا تھا) ان سے بہت کچھ کہا سنا اور آخر میں کہا کہ میں رب العزت کا ایک ادنیٰ اور حقیر بندہ ہوں اور مجھ سے اس سلسلہ میں جو کچھ بھی خدمت ہوسکتی ہے اُسے اپنے لئے باعثِ صد افتخار سمجھتا ہوں۔

بھائی رضوان بولے۔ اگر کچھ دن ہمیں بھی درس تدریس سے استفادہ کا موقع دیا جائے تو ہم اہالیان جنت اپنی خوش نصیبی سمجھیں گے۔

ساکنان فردوس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انھوں نے پھر کہا کہ یہ سب بھی آپ کے رہین منت ہوں گے۔ اگر آپ ہماری التجا قبول فرماکر کچھ روز خلد میں قیام کریں۔ میں نے کہا آپ کو بھی معلوم ہے کہ پروردگار

نے مجھے حکم بھیجا ہے کہ چند یوم آپ کے ساتھ بھی گذاروں پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ میں یہاں نہ رہوں یا میری کیا مجال ہے کہ تعمیل حکم سے سرکشی کا ارادہ بھی کر سکوں۔

اس کے بعد انھوں نے باجازت خداوندی مجھے تمام خلد کی سیر کرائی جی باغ باغ ہوگیا۔ وہ کچھ دیکھا کہ کبھی نہ دیکھا تھا اور شاید اب کبھی نہ دیکھ سکوں گا۔

الغرض میں جنت میں رہنے لگا۔ اور وہاں بھی وہی وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اور یہ دستور مقرر ہوا کہ ایک مخصوص اور باعظمت مقام پر یاقوت احمر کا ممبر تیار ہوتا تھا اور اس پر ایک نوری علم ایستادہ کیا جاتا تھا۔ اس ممبر پر میں وعظ کہتا تھا۔ ہر مجلس میں ملائکہ کی تعداد اتنی کثیر ہوتی تھی کہ اُن کا شمار میری قوت شماریہ سے بھی باہر تھا۔ سوائے علام الغیوب کے اس تعداد کو کوئی نہیں جانتا۔

درس و تدریس کا یہ مبارک سلسلہ سالہا سال تک جاری رہا۔ ملائکہ نے اس زمانہ میں مجھ سے بہت کچھ حاصل کیا۔ گو ساتوں آسمانوں سے ہزار ہا گنا زیادہ فردوس میں ملائکہ نے مجھ سے فائدہ اٹھایا۔ لیکن میرے خیال میں وہ ایسا ہے جیسے کسی بغیر ساحل کے سمندر میں سے کسی نے چند قطرے لئے ہوں۔

## ٹسغ
## ہیلہ ہٹنمبر

اس ترقی درجات کے زمانہ میں زمین کی دنیا نے پھر ایک کروٹ بدلی میں آسمانوں پر محو تدریس تھا اور آسمانی دنیا کو دولت علم و عبادت سے مالا مال

کر رہا تھا۔ اُدہر زمین کی بچی بچائی مخلوق پھر سمٹ سمٹا کر ایک مرکز پر جمع ہو گئی تھی اور اپنی کھوئی ہوئی وقعت اور نگاہِ الطاف ڈہونڈ رہی تھی۔

مجھے اطلاع ملی کہ میرے قوم کے بہت سے افراد جو کسی زمانہ میں فرشتوں کی جنگ میں افسانہ کئے گئے تھے۔ اور جن کو پروردگار نے کسی مصلحت سے اِدہر اُدہر روپوش ہو جانے کی اجازت دیدی تھی آج پھر بے سروسامان پھر رہے ہیں۔ اور انہیں کوئی بچا راستہ دکھلانے والا نہیں ہے یہ حالات معلوم کر کے میرا جی بے حال ہو گیا۔ دل نے کہا۔ چھوڑ ان مشاغل کو۔ تیری قوم بے یار و مددگار اور ڈانواڈول پھر رہی ہے۔ انہیں راستہ بتا۔ تاکہ وہ بھی تیری طرح مصروفِ عبادت ہو کر قربِ الٰہی حاصل کر سکیں مگر مشکل یہ تھی کہ اگر میں قومی لیڈری کے حصول کی درخواست کرتا ہوں تو جنّت اور اس کی سکونت ہاتھ سے جاتی ہے۔ یہ عظمت و وقار جو آج میسر ہے پھر نہیں رہے گا۔ مجھے اب سے بہت پہلے کے واقعات یاد تھے جو بداعمالیوں کے باعث اہلِ زمین پر گذرتے تھے۔ اور جن کے تصور سے اب بھی روح پر سکتہ کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔

ایک طرف جنت تھی اور ایک طرف قومی رہبری۔ میرے دل کی دنیا میں دونوں جنگ کر رہی تھیں کبھی اعزاز ذاتی کا غلبہ ہو جاتا تھا اور کبھی حبِ قومی کا۔ کبھی سوچتا تھا کہ قوم کی رہبری کے لئے زمین پر جانا پڑیگا تو یہ آسمانی سکونت چھن جائے گی اور کبھی یہ احساس پریشان کرتا تھا کہ قومی خدمت پر ہزار راحتیں قربان کر دینی چاہئیں۔ غرض عجیب ذہنی کشمکش میں مبتلا تھا۔ کہ بارگاہِ خداوندی سے حکم ملا۔

تم اگر چاہو تو ہم تمہیں تمہاری قوم کا رہبر بنا کر بھیج سکتے ہیں

تاکہ تم ان بھٹکے ہوئے لوگوں کو صراط مستقیم پر لگا کر قومی فرض ادا کرو۔ اس کے بعد بھی تمہارے ساتھ یہ رعایت رہیگی کہ تم جب چاہو آسمان پر بلا روک ٹوک آسکتے ہو اور جب چاہو اپنی قوم میں جا سکتے ہو تمہارے لیئے ہفت افلاک اور جنت الفردوس کے داخلہ میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔

اندھے کو کیا چاہیئے دو آنکھیں، میں تو خود یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح مجھے ان درجات کے ہوتے ہوئے بھی قومی راہبری کا موقع ملجائے۔ چنانچہ میں نے خالق کائنات سے عرض کی کہ:۔

"اے پروردگار عالم! تو عالم الغیب ہے۔ تو نے دل کی بات جان کر مجھے بامراد فرمایا ہے اب میں تجھی سے امداد و اعانت طلب کرتا ہوں کہ مجھے زمین پر بھیجنے سے پہلے اتنی طاقت دیدے کہ ضرورت کے وقت میں کسی کام میں معذور نہ ہوں اور روئے زمین کے ذرہ ذرہ کو مطیع اور فرماں بردار بنا سکوں"۔

دریائے رحمت نے میری یہ آرزو بھی آغوش میں لے لی اور بصد اعزاز مجھے اپنی قوم کی رہبری کے لیئے بھیجدیا۔ بے شمار ملائکہ کی فوج بھی میرے ساتھ کردی۔

## اسسٹنٹ پیغمبر کی روانگی

میں ملائکہ کی کثیر فوج کے ساتھ زمین پر آیا اور اپنی سکونت کے لیئے ایک نہایت پر فضا مقام تجویز کر کے رہنے لگا۔ ملائکہ کی فوجیں بھی میرے ارد گرد بس گئیں۔

اب میں نے اپنی قوم کی رہبری کے لئے ایک پروگرام بنایا اور کامل غور و خوض کے بعد یہ مناسب سمجھا کہ میں اپنی طرف سے قوم کے پاس ایک پیغمبر بھیجوں تاکہ وہ تعلیم خداوندی سے قوم جنہ کو بہرہ ور کرے۔ چنانچہ میں نے چند روزہ کوشش کے بعد اپنی قوم کے چند افراد سے دوستی کر کے انہیں اپنے ساتھ ملا لیا لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ صرف چند دوستوں کے حصول میں مجھے کافی دقّت اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ بھی عجیب بات تھی کہ باوجود اس تباہی اور بے چارگی کے یہ قوم اب بھی غرّاتی تھی بہرحال حکمت عملیوں سے میں نے کچھ ایسے افراد حاصل کر ہی لئے جو مجھے میرے پروگرام میں امداد دے سکتے تھے۔

سب سے پہلے میں نے ہلوطلیث ابن بلاہت کو بطور اپنے نایب (یعنی اسسٹنٹ پیغمبر) کے قوم کی طرف بھیجا ہلوطلیث نہایت ہوشیار اور متقی جن تھا۔ اور میرا خیال تھا کہ یہ اس خدمت کو نہایت دانشمندی سے انجام دیگا لیکن افسوس ہے کہ جانے کے بعد اس نے عرصہ تک کوئی خبر نہیں بھیجی تب میں نے ایک دوسرے جن کو تیار کر کے بطور ہادی قوم کی طرف روانہ کیا وہ بھی ایسا روپوش ہوا کہ آج تک خبر نہیں ملی۔ اس کے بعد مجبوراً تیسرے پیغمبر کو مامور کیا۔ یہ حضرت بھی اپنے سابقہ ساتھیوں کی طرح ہوا میں شامل ہو گئے۔ تب مجبوراً ایک اور پیغمبر روانہ کیا یہ حضرت بھی ایسے گئے کہ خط بھی نہ بھیجا رسید کا۔ پانچواں پیغمبر بھیجا تو یہ حضرت پانچویں سوار ثابت ہوئے۔ مجبوراً چھٹا پیغمبر تیار کیا اور خوب سمجھا بجھا کر بھیجا اور چلتے چلتے تاکید کر دی کہ تم پہلوں کی طرح بیٹھ نہ رہنا کم از کم حالات سے ضرور مطلع کرنا۔ مگر یہ بھی اپنے ساتھیوں کے بھائی ثابت ہوئے۔

اب مجھے بڑا تعجب ہوا اور میں نے سوچا کہ اگر یہی لیل و نہار رہے تو قوم کی رہبری اپنے بس کی بات نہیں۔ سوچتے سوچتے دل نے کہا کہ کم از کم ایک بار اور کوشش کر لوں۔ آخر یہ لوگ غایب کیوں ہو جاتے ہیں۔ جسے بھیجتا ہوں بس یہی سمجھنا پڑتا ہے کہ بھیج دیا۔ کوئی خیر خبر نہیں ملتی۔ خود مختلف ذرائع سے جانے والوں کے حالات معلوم کرتا ہوں تو پتہ چلتا ہے کہ وہاں کوئی بھی بچا ہی نہیں۔ صحیح حالات ہی کوئی نہیں بتاتا۔

میں نے اپنی کوشش سے جو چند افراد حاصل کئے تھے ان میں کے کئی معتبر اور بھروسہ کے آدمی بھیج چکا ہوں لیکن ہنوز روز اول تھا۔ اب میں نے باقی ماندہ ساتھیوں پر نظر ڈالی اور آخری کوشش کے لئے آسف بن یاسف کو انتخاب کیا۔ یہ بہت ہی تیز طرار اور بے انتہا چالاک جن تھا۔ بہت عابد اور پرہیزگار۔

آسف کو اول تو اس خدمت سے کچھ تامل ہوا لیکن میرے سمجھانے سے علم پیغمبری لیکر روانہ ہو گیا۔ میں نے ضروری ہدایتیں کیں اور خوب اچھی طرح پڑھا دیا۔ کہ جس طرح بھی ممکن ہو قوم کو شریعت آسمانی پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرو اور حالات سے مجھے مطلع کرتے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی سابقہ پیغمبروں کی طرح منہ چھپا بیٹھو۔

آسف اللہ کا نام لے کر روانہ ہو گیا۔ اور وعدہ کر گیا کہ حتی المقدور ہدایت پر عمل کروں گا۔

عرصہ تک مجھے اس کی بھی کوئی خبر نہ ملی۔ میں سمجھ گیا کہ یہ بھی پچھلے نبیوں کی طرح فرار ہو گیا۔ لیکن حیرت یہ تھی کہ باوجود سخت تحقیقات کے یہ کس طرح نہ چلتا تھا کہ میرے بھیجے ہوئے پیغمبر کہاں روپوش ہو جاتے ہیں۔ نہ اُن کا

وہاں پہونچنا پایا جاتا ہے۔ نہ کوئی یہ اقرار کرتا ہے کہ ہم نے انہیں کسی جگہ دیکھا ہے۔ میں نئے طریقوں اور آئندہ تجاویز پر غور کر ہی رہا تھا کہ ایک دن آصف نہایت پریشان اور ہراساں آیا۔ اور کہنے لگا کہ:۔

"اے عزازیل تم نے آج تک جتنے نبی اپنی قوم میں بھیجے ہیں وہ سب فنا کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ قوم کے سربرآوردہ جنوں نے ہر پیغمبر کے ساتھ نہایت ظالمانہ سلوک کیا ہے۔ وہ اپنے درمیان کسی ہادی کو دیکھنا پسند نہیں کرتے۔

تم نے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں ان سب کے ساتھ نہایت وحشیانہ سلوک کیا گیا ہے۔ اور یہ کہہ کہہ کر فنا کیا ہے کہ تم نے قوم سے غداری کر کے دوسری پارٹی سے میل جول پسند کیا تھا اسواسطے تم اس قابل نہیں ہو کہ ہم میں مل بیٹھ سکو"

یہ حالات سنکر میرے تن بدن سے آگ کے شرارے نکلنے لگے۔ اور میں نے اسی وقت بارگاہِ رب العزت میں دعا کی کہ اے خالق کائنات مجھے طاقت دے کہ اپنی نافرمان قوم سے انتقام لے سکوں اور مجھے کوئی گزند نہ پہنچے ارشاد ہوا کہ تم انتقام لے سکتے ہو تمہیں کوئی نقصان نہ پہونچے گا۔ چنانچہ میں نے اسی وقت ملائکہ کی فوج کو حکم دیا کہ قوم جنّ میں جتنے باغی اور سرکش ہیں سبکو موت کی گود میں سُلا دو۔ کسی کے ساتھ رعایت نہ کرو۔ البتہ اگر کوئی متقی اور پرہیزگار نظر آئے تو اس کو احترام کے ساتھ ہمارے پاس بھیجدو اور باغیوں میں سے اگر کوئی صراط مستقیم پر چلنے اور شریعت آسمانی پر عمل پیرا ہونے کا وعدہ کرے تو اس کو بھی بحفاظت خاص ہم تک پہنچا دو۔

ملائکہ کی فوج نے ایسا ہی کیا باغی اور سرکشوں کو چن چن کر نیست نابود

کردیا۔ اب اس دنیا میں صرف متقی اور صلحا رہ گئے تھے۔ فساد اور بغاوت کا خاتمہ ہوچکا تھا۔

## خدا کا وائسرائے

اس جنگ عظیم کے بعد دنیا سے گناہوں کا نام ونشان ہی جاتا رہا جس طرف نگاہ جاتی تھی رکوع و سجود کا منظر سامنے آجاتا تھا۔ مجھے اپنی اس عظیم الشان کامیابی سے بیحد مسرت ہوئی اور میں حسب دستور بچے کھچے افراد کے درس و تدریس میں مصروف ہوگیا۔ اب مجھے ان لوگوں کو تعلیم دینے میں کوئی دقت نہیں تھی۔ اور ذاتی طور پر نہایت آسانی کے ساتھ پیغمبری کرنے لگا۔

بادشاہ حقیقی کو میری خدمات پسند آئیں۔ اور اس نے مجھے اپنا وائسرائے بنالیا۔ اور وائسرائے بنانے کے بعد تمام کائنات میرے ماتحت کردی۔ روئے زمین کا چپہ چپہ میری حکومت میں آگیا۔ اور ہفت افلاک کی باگ ڈور بھی میرے ہاتھ میں دیدی گئی۔ جنت اور دوزخ وغیرہ بھی میرے زیر اثر آگئے۔

اب میرے فرائض بہت کچھ بڑھ گئے تھے۔ لیکن چونکہ دنیا سے گناہوں کا رواج تقریباً ختم ہوچکا تھا۔ اس واسطے مجھے بیشتر وقت حمد وثنا کے لئے بھی مل جاتا تھا۔ میری عبادت کی جگہ بھی اس زمانہ میں مخصوص نہیں رہی تھی۔ جس طرح آج کل ہندوستان کا وائسرائے موسم گرما میں شملہ اور موسم سرما میں دہلی۔ اور "موسم خزاں" میں ریاستوں وغیرہ کا دورہ کرتا ہے۔ یا جہاں ضرورت سمجھتا ہے چلا جاتا ہے بالکل یہی کیفیت میری تھی۔ جب جی چاہتا زمین پر مصلیٰ بچھا کر عبادت الٰہی کرتا۔ اور جب جی چاہتا آسمان پر پہنچ جاتا۔ نہ یہاں کوئی دقت نہ وہاں کوئی تکلیف۔ البتہ "موسم خزاں" کا اس زمانہ میں رواج نہیں تھا۔

اس واسطے کوئی نئی سرزمین اس زمانہ کے لئے نہیں بنی تھی۔

میری شہنشاہی پورے عروج پر تھی۔ آج کل کے وائسرائے کیطرح مجھ پر مجبوریاں اور پابندیاں حکمران نہیں تھیں۔ میں باوجود شہنشاہ حقیقی کی نیابت کے اس طرح آزاد تھا جیسے آج کل ایک ذرہ برابر سلطنت (اٹلی) پر سائنور مسولینی۔

ذرا آپ اندازہ کیجئے سائنور مسولینی ایک ایسی سلطنت پر خود مختار ہے جو میری سلطنت کے صرف ایک ذرہ کی برابر ہے اور اس کے باوجود وہ دنیائے سیاست کے ستون ہلا سکتا ہے۔ تو بھلا میری عظمت اور جلال کا کیا ٹھکانا ہوگا جس کے قبضہ میں تمام روئے زمین اور ہفت افلاک اور کل کائنات و موجودات کی عنان حکومت ہو اور جسے دربار شہنشاہیت سے مکمل آزادی اور خود مختاری عطا کی گئی ہو۔ اور جس کو سیاہ سفید کے پورے اختیارات حاصل ہوں۔

مگر آپ یقین کیجئے کہ باوجود اتنی عظمت و سطوت کے میں نے کسی حبش پر کبھی حملہ نہیں کیا۔ امن و اماں کے دیوتا کو کبھی ناراض نہیں کیا۔ میں خدمت ملک و قوم کے لئے وائسرائے بنایا گیا تھا۔ میرا مقصد اور میری زندگی کا مشن صرف یہی تھا کہ میری خدمت سے عوام کا بھلا ہوا۔ آج کل کے بادشاہوں کی طرح مجھ میں ملک گیری اور زر پرستی اور جاہ طلبی کا مادہ نہیں تھا مسولینی کی طرح غریب اور کمزور پر لالچی نگاہیں ...... ڈالنے کا میں عادی نہ تھا ہٹلر اور اسٹالن کی طرح مجھ میں ذاتی وجاہت پر مغرور ہونے اور دوسرے کو حقیر سمجھنے کی صلاحیت نہیں تھی۔ میرے نزدیک سب برابر تھے کیونکہ میرے خیال میں حکومت اور بادشاہی اس لئے ہوتی تھی کہ قوم اور وطن کی خدمت

کی جائے۔ نہ اس لئے کہ طاقت کے گھمنڈ میں صاحب طاقت اپنی قوم کی پرورش کا خیال بھی صفحہ دل سے ہمیشہ کے لئے محو کردے۔

آج کل جس چیز کا نام انسانی دنیا نے بادشاہی رکھا ہے وہ اتنی مضحکہ خیز اور ذلیل چیز ہے کہ میں نے اپنی تمام عمر میں اتنا ناپاک جذبہ نہ اپنی قوم میں پایا۔ اور نہ اب سے پہلے انسانی نسلوں میں دیکھا۔ خدا کی پناہ آج کل کا انسان ذاتی وجاہت اور عیش و آرام کے لئے حکومت کرتا ہے۔ اُسے رعایا کی تکلیف و آرام پر غور کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ بلکہ وہ یہ سوچ لیتا ہے کہ رعایا کی ضرورتوں پر غور کرنا میرا کام نہیں۔ دوسرے ملازمین رعایا کو دیکھ بھال لیں گے۔

کتنا افسوس ناک اور خود غرضانہ خیال ہے۔ حکومت کا تخت اور حکومت کے مخصوص اختیارات تو اپنے ہاتھ میں مضبوط پکڑ لے اور یہ سمجھ کر بیٹھ رہے کہ رعایا کے حالات پر ماتحت افسران غور کریں گے۔ خزانہ کی چابیاں تو اپنی جیب میں رکھے اور سوچ لے یہ کہ خزانچی اپنا کام جاری رکھیگا۔ اپنے کان پھوڑ کر بیٹھ جائے۔ اس انتظار میں کہ رعایا کی فریاد سُنے گا یہ ہے انسانی دنیا کا بادشاہ۔ اور پھر لطف یہ کہ ان جیسے حالات کے باوجود بھی حضرت انسان اپنے کو اشرف المخلوقات سمجھنے کی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ اگر خود غرضی اور عیش پرستی اور وطن و قوم سے لاپروائی کا نام شرافت ہے تو ایسے شرف کو دور سے سلام۔ یہ حضرتِ انسان ہی کو مبارک رہے۔

## سب سے پہلا شیطانی خیال

میرے حُسن انتظام اور ہوشمندیوں سے معبود حقیقی پوری طرح مطمئن

تھا۔ اور زمین و آسمان کا چپہ چپہ میرا مطیع اور فرماں بردار بنا ہوا تھا۔ کسی کو مجال سرکشی نہ تھی۔ میں جو کچھ چاہتا تھا کر سکتا تھا۔ دنیا کی ہر طاقت میرے اختیار میں تھی۔ اپنی قوم کے علاوہ فرشتوں کی دنیا پر بھی میں اسی طرح مسلط تھا اور وہ سب بھی میری تابعداری کو سعادت سمجھتے تھے۔

ایک دن بیٹھے بیٹھے مجھے خیال آیا کہ (نعوذ باللہ۔ نقل کفر کفر نباشد) اگر اب کسی وجہ سے شہنشاہ حقیقی اپنی تمام سرپرستیوں کے ساتھ شہنشاہیت سے کنارہ کشی کرے۔ یا اُس کی طاقت کسی معاملہ میں کمزور ہو جائے تو میں اس کے بعد بھی اسی اطمینان کے ساتھ حکومت کر سکتا ہوں۔ کیونکہ اب میں کسی معاملہ میں (نعوذ باللہ) خدا کا محتاج نہیں ہوں۔ وہ زمانہ گذر گیا جب میں بات بات میں ان کا محتاج تھا۔ اور وہ بار بار میری مدد کرتے تھے اور وقتاً فوقتاً مختلف قسم کی طاقتیں مجھے بخشتے رہتے تھے۔

آج ضرورت سے زیادہ ہر طاقت میرے پاس ہے۔ اب مجھے نہ کسی امداد کی ضرورت ہے نہ کسی شہنشاہ کی۔ اگر چاہوں تو آج ہی پوری آزادی کا اعلان کر دوں۔

## دوسرا شیطانی خیال

افسوس ہے کہ باوجود اچھا خاصہ سمجھدار ہونے کے میری عقل پر اس وقت پتھر پڑ گئے۔ اور میں یہ نہ سوچ سکا کہ جس میں اعزاز بخشنے کی طاقت ہے وہ ذلت بھی تو دے سکتا ہے۔ مگر میں یہ سوچتا بھی کیسے۔ میری خلقت تو نار سے ہوئی تھی۔ اور احسان فراموشی نار کا خاصہ ہے اس واسطے کہا جا سکتا ہے کہ میں بے قصور تھا۔ احسان فراموشی کے ان ناپاک خیالات

کو روکنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔

پہلے شیطانی وسوسہ پر تو جتنا آنسو بہاؤں کم ہے کیونکہ پہلی بات تھی مگر اس کے ساتھ ہی یہ احساس بھی شروع ہو گیا کہ اگر خدا چاہے کہ عزازیل سے یہ تمام وجاہتیں اور عظمتیں چھین لے یا چھین کر کسی دوسرے کو دیدے تو شاید اُسے بہت کچھ دقتیں اٹھانی پڑیں گی۔ اور (نعوذ باللہ من ذالک) پھر بھی کامیاب نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ دنیا جہان کی ہر طاقت میرے قبضہ میں آ چکی ہے اور جس کے بل بوتہ پر (توبہ توبہ) اُسے ناز ہے وہ میرے اختیار میں ہے۔

لعنت ہے میرے ان خیالات پر جنہوں نے مجھے کہیں کا نہ رکھا۔ اور سب کچھ چھنوا دیا۔ بہر حال اُسوقت باوجود ان شیطانی وسوسوں کے مجھ سے کوئی باز پرس نہیں کی گئی تھی۔ اور میں بدستور حکومت اور پیغمبری کرتا رہا۔

# جبرئیل علیہ السلام کی پیدائش

اسی زمانہ میں آسمان سے خبر آئی کہ پروردگار عالم نے جبرئیل کو خلعت وجود عنایت فرمایا ہے۔ اور انھیں امین الوحی خطاب سے بھی سرفراز کیا ہے۔ مجھے اس خبر سے درحقیقت بہت ہی تکلیف ہوئی۔ کیونکہ میں اپنی موجودگی میں کسی دوسرے کو برسراقتدار دیکھنا پسند نہ کرتا تھا۔ نہ مجھے یہ گوارا تھا کہ میرے ہوتے ہوئے کسی غیر کو کوئی خطاب یا عظمت عطا ہو۔

سنا گیا کہ جبرئیل عالم وجود میں آتے ہی سجدہ میں گر گئے۔ اور یہ سجدہ آج کل کے حساب سے تقریباً تیس ہزار سال کی مدت میں ختم کیا۔ جب جبرئیل نے سجدہ سے سر اٹھایا تو اپنے معبود سے دریافت کیا کہ اے پروردگار جس طرح میں نے تیری عبادت میں قیام کیا ہے اس کی مثال تیری مخلوق میں مل سکتی ہے۔ ارشاد ہوا۔

"جبرئیل! تمہاری عبادت ممکن ہے تمہاری نظر میں کچھ زیادہ اہمیت رکھتی ہو۔ لیکن تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں آخر زمانہ میں ایک ایسا گروہ بھی پیدا کروں گا جس کی دو رکعت نماز تمہارے تیس ہزار سال کے ایک سجدہ سے کہیں زیادہ باوقعت اور ممتاز ہو گی۔ اور اس دو رکعت نماز کا اجر تمہارے طویل سجدہ سے لاکھوں گنا زیادہ ہو گا"۔

جبرئیل کو یہ جواب سنکر بڑی حیرت ہوئی کہ تیس ہزار سال کے سجدہ سے دو رکعت نماز کی اہمیت زیادہ ہے۔ اور اس کا زیادہ اجر ہے۔ آخر کار انھوں نے پروردگار سے پھر سوال کیا کیف ذالک یا رب العالمین۔ (یعنی اے

پروردگار جہاں یہ کیسے) ارشاد ہوا۔

تم نہیں جانتے جبرئیل کہ وہ کن کن مصیبتوں میں یہ دو رکعت نماز ادا کریں گے۔ میں نے تمہیں نور خالص سے پیدا کیا ہے اور تمام خواہشات نفسانی و علائق جسمانی اور تلاش معاش وغیرہ کی ہر آفت سے بری رکھا ہے۔ تمہیں کوئی بہکانے اور راہ راست سے بھٹکانے والا بھی نہیں بنایا۔ لیکن اس گروہ کا امتحان لینے کے لئے میں نے طرح طرح کی پابندیاں تجویز کی ہیں۔ خواہشات نفسانی کو بھی ان کا دشمن بتایا ہے۔ تلاش معاش کا بار بھی انہیں پر رکھوں گا۔ طرح طرح کے جسمانی آزار بھی انہیں دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد دیکھوں گا کہ کتنے ایسے ہیں جو میرے بتائے ہوئے راستہ پر قائم رہ کر ان پابندیوں سے گذرتے ہیں۔

اب تم ہی بتاؤ جبرئیل! جب ان حالات میں وہ دو رکعت نفل ادا کریں گے۔ تو وہ تمہارے ہزارہا سال کے سجدہ سے کتنا زیادہ باوقعت اور قابل ستائش ہو گا۔ تم تو محض نور سے پیدا کئے گئے ہو۔ تمہارا کام عبادت ہے۔ تمہاری سرشت میں عبادت ہے اور وہ گروہ آب و گل کی کشمکش میں بھی سجدہ عبادت بجالائے گا۔ تو اب تم ہی غور کرو کہ تمہاری عبادت قابل تحسین ہے یا اس گروہ کی؟"

جبرئیل نے یہ حالات سن کر کہا۔ پروردگار تو علیم و خبیر ہے۔ ظاہر و باطن کے حالات تو ہی جانتا ہے میری کیا مجال کہ تیری حکمت عملیوں پر غور کر سکا

ارادہ بھی کرسکوں۔ اس کے بعد جبریل بدستور عبادت الٰہی میں مصروف ہوگئے اور یہ معاملہ یہیں کا یہیں رہ گیا۔

# اللہ میاںؑ کی پیشین گوئی

ایک روز کا ذکر ہے کہ میں بغرض سیر و تفریح ہفت افلاک کی سیر کے لئے گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ لوح محفوظ پر آسمانی زبان میں حسب ذیل عبارت لکھی ہوئی ہے۔

"ہمارا ایک ایسا بندہ ہے جسے ہم انواع و اقسام کی نعمتوں سے مالامال کریں گے۔ اور زمین سے اس کو آسمان پر پہونچادیں گے اور آسمان سے پھر اس کو جنت میں لے جائیں گے۔ اس کے بعد ہم ایک خاص کام پر اُسے مامور کریں گے۔ لیکن وہ انکار کرے گا۔ اور بغاوت پر آمادہ ہو جائے گا۔

مجھے یہ عبارت پڑھ کر بہت ہی حیرت ہوئی۔ ایسا کون ہوگا جو اپنے محسن ... کے ساتھ ایسی احسان فراموشی کرے گا۔ میں نے سوچا کہ اگر میرے ساتھ کوئی اتنے احسان کردے تو اپنی جان تک اس پر قربان کردوں۔ بڑا بدنصیب ہے وہ بندہ جس پر خدا ایسی نعمتیں نازل فرمائے اور وہ سرکشی پر آمادہ ہو۔

دوبارہ عبارت پڑھنے کا ارادہ کیا تو اس پوری عبارت کے قریب ہی ایک جگہ نہایت صاف اور جلی حروف میں تحریر تھا۔

"اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم"

میں گھبرایا ہوا بارگاہ قدس میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی اے رب العالمین

یہ شیطان الرجیم کون ہے۔ جس سے پناہ مانگنا چاہیئے۔ ارشاد ہوا کہ "ہمارے بندوں میں سے ایک ہے جو انواع و اقسام کی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا لیکن ہماری ایک نافرمانی کے باعث مردود بارگاہ ہو جائے گا" میں نے عرض کی "پروردگار! مجھے اس ملعون کو دکھا دے" تاکہ میں اُسے ابھی جہنم رسید کر دوں۔ بارگاہ عالی سے ارشاد ہوا۔ سَوْفَ تَرَاهُ یعنی تو جلد اُسے دیکھے گا۔

مجھے یہ کیفیت معلوم کر کے بہت ہی بے چینی ہو گئی۔ بار بار یہی خیال آتا تھا کہ ایسا کون احسان ناشناس ہو گا۔ جو پروردگار کی نعمتوں سے مالامال کیا جائے اور پھر بھی مطیع نہ رہے یا خالق کائنات سے بغاوت کرنیکا ارادہ کر بیٹھے۔ میں اس مردود پر ہزاروں لعنتیں بھیجتا ہوا آسمان سے واپس ہوا راستہ بھر اس تکلیف دہ خیال نے ستایا۔

آسمان سے واپس آنے کے بعد مجھے ایک عجیب بات نظر آنے لگی یعنی میں جب سجدہ سے سر اٹھاتا تھا سجدہ کی جگہ لَعْنَ اللّٰہُ عَلیٰ اِبلیس لکھا نظر آتا تھا۔ چنانچہ سجدہ سے اُٹھنے کے بعد میں بھی ہر مرتبہ یہی کلمہ زبان پر لانے لگا۔ مجھے اس وقت کیا خبر تھی کہ یہ لعنت اپنے اوپر ہی بھیج رہا ہوں۔ اور وہ بد خصال احسان فراموش میں ہی بنونگا۔ جس کی پیشین گوئی لوح محفوظ پر لکھی دیکھی تھی۔

مگر ہاں مجھے یاد ہے کہ اس وقت یہ خطرہ میرے دل میں ضرور گذرا تھا کہ جب وہ شیطان پروردگار کی نعمتوں کو ٹھکرانے کی طاقت رکھتا ہے تو یقیناً کسی وقت مجھ سے بھی برسرپیکار ہو گا۔ اس واسطے میں ابھی سے کیوں نہ اُس کا انتظام کر لوں۔ چنانچہ ایک دن میں نے اپنی فوج کے تمام فرشتوں کو ادر ہتیاروں کو

جمع کر کے مشورہ کیا کہ اگر خدانخواستہ مجھ پر کسی وقت کوئی آفت آجائے تو تم سب میرے لئے کیا کرو گے۔ ہر ایک نے اپنی اپنی قربانیوں کا حال سنانا شروع کر دیا۔

اس کے بعد میں نے دریافت کیا کہ اگر خداوند عالم بجائے میرے کسی دوسرے کو زمین کی بادشاہت دیدے اور میری جگہ کوئی دوسرا افسر اعلےٰ اور خدا کا وائسرائے مقرر ہو جائے تو تم لوگ کیا کرو گے؟

سب نے ایک زبان ہو کر کہا۔

اے بادشاہِ زمین و زماں! ہماری کیا مجال ہے کہ حکم خداوندی کے سامنے دم مار سکیں۔ اُس کا ارشاد ہمارے سر آنکھوں پر۔ جو بارگاہِ رب العزت سے ارشاد ہو گا ہم بسر و چشم قبول کریں گے۔ یہ جواب سنکر مجھے بیحد تشویش ہو گئی میں نے سوچا کہ اگر کبھی (نعوذ باللہ) میرے اور خدا کے درمیان کوئی تنازعہ پیدا ہوا تو یہ سب کے سب مجھ سے منحرف ہو کر خدا کی طرف ہو جائیں گے اور ایسی حالت میں میرے وقار اور عزت آبرو کا خاتمہ ہو جائیگا۔

# حضرت آدمؑ کا پتلہ

میں اس شش و پنج میں مبتلا تھا کہ آسمان سے حضرت آدمؑ پتلہ تیار ہونے کی خبر ملی مجھے بتایا گیا کہ ایسا عجیب و غریب قالب تیار کرنے کا پروردگار نے حکم دیا ہے جس کی بناوٹ میں عجیب و غریب چیزیں کام میں لائی جائینگی مخبر نے کہا کہ جیسا پتلہ تیار ہونے والا ہے نہ ہم نے کبھی سنا نہ دیکھا۔ اس کا سر مکہ کی خاک سے تیار ہوگا۔ اور گردن بیت المقدس کی مٹی سے بنے گی۔ سینہ زمین عدن سے اور پشت شکم ہندوستان کی سرزمین سے ہاتھ مشرق کی خاک سے اور پیر مغرب کی زمین سے تیار ہوں گے۔ اور باقی گوشت پوست اور خون وغیرہ تمام جہان کی مجموعی خاک سے بنیں گے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ اس پتلہ میں مٹی کے علاوہ آگ پانی اور ہوا کو بھی شامل کیا جائے گا۔ اور اس طرح یہ عجیب و غریب پتلہ خود صانع مطلق اپنے ہاتھوں سے تیار کرے گا۔ اس کے بعد یہ معلوم نہ ہو سکا کہ تیاری کے بعد اس پتلہ سے کیا کام لیا جائیگا۔

مخبر کی یہ اطلاع میرے لئے بہت تشویش انگیز تھی۔ معاً مجھے خیال آیا کہ جس بندہ کے لئے لوح محفوظ پر پروردگار نے پیشین گوئی کی تھی ہو نہ ہو یہ وہی حضرت ہیں۔ پروردگار اسی پتلہ کو اپنی نعمتوں سے مالا مال کرے گا۔ لیکن مجھے یاد آیا کہ پروردگار کی پیشین گوئی میں تو یہ بات ہے کہ "پہلے اس کو زمین سے آسمان پر پہونچادیں گے۔"

یہ پتلہ تو آسمان پر ہی تیار ہو رہا ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ پیشینگوئی اس کے لئے ہو۔ اس خیال نے مجھے پریشان کر دیا۔ البتہ اگر یہ پتلہ زمین پر تیار

ہوتا تو یقیناً شبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی۔

میں نے مخبر سے پوچھا کہ اس پتلہ میں یہ جگہ جگہ کی مٹی کیوں شامل کی گئی کیا ایک ہی جگہ خاک کا اتنا ذخیرہ نہیں مل سکا جو اس کے لئے کافی ہو جاتا۔ مخبر نے کہا کہ مختلف مقامات کی مٹی سے تیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس پتلہ کی نسل مختلف طبائع اور مختلف خصائل کی بنے گی اور اس ترکیب عمل کا نتیجہ ایک یہ بھی ہوگا کہ نسل آدمؑ مختلف شکلوں اور مختلف ہستیوں میں نمودار ہوسکیگی۔

میں نے پوچھا کیا آدمؑ کا پتلہ اس لئے تیار ہو رہا ہے کہ اس سے نسل چلائی جائے گی۔ جواب ملا۔ کہ باطن کا حال تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن حالات اور مختلف افواہیں یہی بتاتی ہیں کہ اس پتلہ کی کسی نہ کسی وقت نسل چلے گی۔

ان عجیب وغریب اطلاعوں نے مجھے اور بھی پریشان کر دیا۔ طرح طرح کی بدگمانیاں اور بُرے بُرے خیال ہر وقت ستانے لگے۔ اسی اثنا میں اطلاع ملی کہ پروردگار نے آدمؑ کا پتلہ تیار کر کے زمین پر بھیج دیا ہے اور فلاں جگہ رکھا ہوا ہے فرشتے یہ خبر سن کر جوق جوق وہاں جانے لگے۔ پتلہ کا تخیر خیز حسن۔ صفائی طینت وہیئت اور ترکیب ظاہری و باطنی۔ اعضا کی عجیب وغریب ساخت کو دیکھ دیکھ کر تمام فرشتے انگشت بدنداں تھے۔ اور صانع حقیقی کی حمد و ثنا ادا کرتے تھے۔

میں بھی پتلہ کے پاس گیا۔ درحقیقت اس کے متعلق جو کچھ اطلاع ملی تھی وہ سب باتیں اس پتلہ میں موجود تھیں۔ عجیب وغریب اعضا کی ساخت اور ان کا حسن واقعی بے نظیر تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہاں جتنے فرشتے تماشا دیکھنے جمع ہوئے تھے کہنے لگے۔ کہ اے بادشاہ عالم! یہی وہ پتلہ ہے جس کی اطلاع ہمیں ملی تھی۔ میں نے کہا ذرا ٹھہر و میں اسے اندر سے دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ معلوم ہو سکے

کہ خداوند قدوس نے اس کے اندر کس قسم کی مشینری رکھی ہے یہ کہتے ہوئے اول تو میں نے اس پتلہ کو اپنی انگلیوں سے اس طرح بجایا جیسے آج کل کے زمانہ میں تربوز کا خریدار تربوز خریدتے وقت پکا اور کچا دیکھنے کے لیئے انگلیوں کی پشت سے تربوز پر چوٹ مارتا ہے۔

میری اس حرکت سے پتلہ میں ایک آواز پیدا ہوئی۔ بہت ہی عجیب و غریب آواز غالباً یہ آواز خالق کائنات کے حضور میں فریاد کے طور پر تھی۔ مگر میں نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی اور اپنی مخصوص طاقتوں کے ذریعہ پتلہ کے اندر داخل ہو گیا تاکہ اس کا اندرونی مطالعہ کر سکوں۔ باطن کی سیر کرتے ہوئے مجھے بیشمار باتیں معلوم ہوئیں۔ منجملہ ان کے اس پتلہ کی صفات باطنی سطحی نور۔ ہر قسم کی صلاحیت اور قابلیت میرے لیئے قابل تعجب تھی۔ میں نے اپنی طویل عمر میں جو کچھ دیکھا تھا وہ سب اس مٹی کے پتلہ میں موجود تھا۔ چنانچہ میں رگ رگ کی سیر کرتا ہوا دل کے قریب پہونچا مگر وہ کچھ اس طرح بند کیا گیا تھا کہ میں نہ اسے کھول سکا اور نہ اس کے اندر کے حالات معلوم ہو سکے۔

میں نے سمجھ لیا کہ یقیناً اس پُر اسرار ڈبیہ میں کوئی خاص چیز بند کی گئی ہے۔ جسے مجھ سے پوشیدہ رکھنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ چنانچہ میں پتلہ سے باہر آیا اور اپنے ساتھیوں سے تمام ماجرا بیان کر دیا کہ اس پتلہ کے صدر مقام پر ایک خزانہ پوشیدہ کیا گیا ہے۔ جس میں کوئی ایسا راز ہے جو ہمارے لیئے باعث نقصان ہوگا۔ میں نے ہر چند اس کے دیکھنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہو سکی۔ اس واسطے ہم سب کو اپنے بچاؤ کی فکر کرنی چاہیئے۔ فرشتوں نے میری یہ بات سنی اور مسکرا کر خاموش ہو گئے۔

# مٹی کے تپلہ میں رُوح کا پہلا قدم

قالب آدمؑ تقریباً چالیس سال تک زمین پر رہا۔ اور اس عرصہ میں غم واندوہ کے بادل اس پر آنسو بہاتے رہے۔ (یہ انسان ضعیف البنیان کے دادا کا پتلہ تھا جو دنیا میں آتے ہوئے اپنے بے جان وجود پر بھی آنسو بہانے کا نظارہ پیش کر رہا تھا۔ ایک یہ اُن کا پوتہ ہے۔ جو دنیا کی راحتوں کو ڈھونڈتا ہے اور اُن سے خوش ہوتا ہے۔)

چالیس سال گزرنے کے بعد یہ تپلہ آسمان پر واپس منگا لیا گیا اور ایک دن مقرر کر کے جمیع ملائکہ ہفت افلاک اور ساکنان جنت اور تمام روئے زمین کے فرشتے بلائے گئے۔ مجھے بھی حاضری کا حکم ملا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر ہم سب زیر سایہ عرش جمع ہو گئے۔

مٹی کا پتلہ سامنے لایا گیا۔ اور رُوح آدمؑ کو بارگاہ خداوندی سے حکم ہوا کہ قالب آدمؑ میں داخل ہو۔ اول تو وہ اس اندھیری کوٹھری کی قید سے کچھ جھجکی۔ لیکن غور کرنے پر اُسے قالب آدم میں کچھ نظر آ گیا۔ اور لا الہ اللہ محمد رسول اللہ پڑھتی ہوئی قالب آدمؑ میں سما گئی۔

تپلہ نے آنکھیں کھول دیں۔ سب سے پہلے آدمؑ کی نظر جس چیز پر پڑی وہ کلمہ طیبہ تھا جو بخط نور ساق عرش پر تحریر تھا۔

**لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"**

آدمؑ نے متحیر انداز میں پوچھا۔ اے پروردگار عالم یہ کس خوش نصیب کا نام ہے جو تیرے نام پاک کی برابر تحریر ہے۔ ارشاد ہوا۔ اے آدم یہ نام پیغمبر آخرالزماں کا ہے۔ جو تمہاری اولاد میں ہوگا۔ اور جس وقت تم اپنے گناہوں کی

پاداش میں ہمارے دربار سے فیصلہ کا انتظار کر رہے ہو گے تو یہی تمہارا فرزند تمہاری شفاعت کرے گا۔ اور میں اس کی سفارش پر تمہارے گناہ بخش دونگا

چونکہ قالب آدمؑ میں روح کی آمد سے پہلے میں داخل ہو چکا تھا اس واسطے یہ کیسے ممکن تھا کہ میرا اثر زائل ہو جاتا۔ پروردگار کی یہ بات سنکر آدمؑ نے سوچا یہ بھی عجیب بات ہے کہ باپ کی شفاعت بیٹا کرے گا۔ تو گویا اس حساب سے باپ کا رتبہ بیٹے سے کم ہو گیا۔ اور باپ بیٹے کا محتاج ہوا۔ یہ خیال فاسد طوالت کی منزل طے کرنا چاہتا ہی تھا کہ عالم الغیب کی طرف سے جبرئیل کو ہدایت ہوئی۔

"آدم کے سینہ سے فوراً یہ خیال فاسد دور کر دو ورنہ یہی وسوسہ اس کی تباہی کا سبب بن جائیگا"

جبرئیل بحکم خداوندی آگے بڑھے اور سینہ آدمؑ کو چیر کر خیال فاسد کا غالب حصہ نکال لیا۔ اور باحتیاط خاص جنت میں ایک علیحدہ مقام پر دفن کر دیا گیا۔ باقی نصف حصہ اس خیال فاسد کا جو قالب آدمؑ میں رہ گیا تھا اس نے نفس امّارہ کی شکل اختیار کر لی۔ اور وہی نفس امارہ آج تک اولاد آدمؑ کے ساتھ ہے۔ اور جب یہ نفس امارہ آدم زاد کو کسی گناہ کے ارتکاب کی طرف مائل کرتا ہے۔ تو میں اس کی تائید و حمایت کرتا ہوں۔ بس یہ صورت ہے آدمی کے گناہ گار بننے کی۔ اگر وہ خیال فاسد پوری طرح آدمؑ میں رہ جاتا تو آپ اندازہ کیجئے کہ آدمؑ کی طرف سے کیا کچھ نہ ہوا کرتا۔ مگر وہ انتہائے فساد پر دردہ عالم کو منظور نہ تھا۔ اس لئے خیال بد کا نصف حصہ قالب آدمؑ سے علیحدہ کر کے جنت میں دفن کرا دیا گیا تھا۔

# گیہوں کا درخت

جس جگہ اس خیال فاسد کا نصف حصہ جنت میں دفن کیا گیا تھا وہاں ایک پودہ نمودار ہو گیا۔ جس کی شکل آج کل کے گیہوں سے بہت کچھ ملتی جلتی تھی۔ یہ وہی درخت تھا کہ جس کے متعلق بعد میں آدمؑ کو ہدایت کی گئی تھی کہ یہ پیڑ تمہارا دشمن ہے اور اس کا استعمال تمہاری تباہی کا سبب بن جائیگا۔ اس واسطے اس پیڑ کے قریب بھی نہ جانا۔

پروردگار عالم الغیب ہے وہ جانتا تھا کہ اگر آدمؑ نے یہ پودا یا اس کا پھل کھالیا تو وہی خیال فاسد جو اس سے علیحدہ کیا گیا ہے دوبارہ اس کے ذہن اور روح پر سوار ہو جائے گا۔ اور پھر وہی اس کی ندامت اور مصیبتوں کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ اس واسطے محض اتمام حجت کے لئے آدم کو ہدایت ہوتی تھی کہ یہ پھل تمہارے لئے ممنوع ہے۔ اگر کھاؤ گے تو گھاٹے میں رہو گے۔

اس جگہ مجھ جیسی طبیعتیں یہ سوال کر سکتی ہیں کہ جب خدا عالم الغیب ہے اور آئندہ کے حالات پر بھی وہ نظر کر سکتا ہے تو یقیناً اسے یہ بھی معلوم ہوگا کہ آدمؑ نافرمانی کرے گا۔ اور مختلف ترغیبوں سے عدول حکمی بھی کرے گا۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ سوال کچھ کمزور سا ہے۔ پروردگار نے تو پہلے ہی کہدیا تھا کہ میں اپنی مخلوق کو آزاد رکھتا ہوں۔ اچھا برا پہلے ہی سمجھا دیتا ہوں۔ اگر مخلوق اس پر عمل کرتی ہے اجر پاتی ہے۔ اور اگر سرکشی کرتی ہے تو کیفر کردار کو پہنچتی ہے۔ بہرحال قدرت پر یہ الزام کہ ہونے والے گناہ اس کے علم میں ہوتے ہیں کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ عالم الغیب کے لئے یہ کیا ضروری ہے کہ وہ

مخلوق کے افعال کا صرف ایک ہی راستہ کھولے۔ اگر ایسا ہوتا تو قدرت کا یہ کائناتی کھیل ہی ادھورا رہ جاتا۔

یہی اسباب ہیں جن کی بنا پر مخلوق کو آزادی ملی ہے۔ البتہ اگر پہلے سے گناہوں کی سزا کا علم نہ ہو اور کوئی مخلوق گناہ کرے تو ممکن ہے کہ معترض قدرت پر الزام لگانے میں حق بجانب سمجھا جائے۔ لیکن جب قدرت نے بھلے بُرے کی پہچان بتادی اور دونوں راستوں کا انجام بتادیا اس کے بعد کیسے ممکن ہے کہ گناہگار کو اپنے گناہوں کا خمیازہ نہ بھگتنا پڑے۔ اگر چشم پوشی کھلے بندوں قدرت کی طرف سے ہو سکتی تو زہد و اتقی کی کیا قیمت رہجاتی بہرحال خدا سے سخت مخالفت اور اپنے معتوب ہونے کے باوجود مجھے تسلیم ہے کہ قدرت اس معاملہ میں کسی اعتراض کی حقدار نہیں ہے۔ فاعل اپنے فعل کی اچھائی برائی کا آپ ذمہ دار ہے۔ اور آپ ہی جواب دہ ہوگا۔

# اللہ میاں کا پروگرام

دراصل اللہ میاں کا پروگرام آدمؑ کو عالم وجود میں لانے کا اس وقت ہی ظاہر ہو گیا تھا جب ہاموس جنیؑ کے زمانہ میں پروردگار نے ملائکہ کی فوج ہاموسی جنیؑ اور اس کی قوم کو نیست نابود کرنے کے لیے بھیجی تھی۔ بات یہ تھی کہ جب ملائکہ کی فوج باغیوں کا خاتمہ کر چکی اور اطمینان نصیب ہوا تو پروردگار نے فرشتوں سے خطاب فرمایا تھا انی جاعل فی الارض خلیفہ (یعنی میں زمین پر ایک خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں)

فرشتے چونکہ زمین کے باشندوں کی قتل و غارت گری کر چکے تھے اور انہیں معلوم تھا کہ زمین کے رہنے والے مُفسد ہوتے ہیں اور قتل و خوں ریزی کا باعث بنتے ہیں لہذا انہوں نے پروردگار سے عرض کی۔

اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک
**مطلب**۔ کیا پیدا کرے گا تو زمین پر اس قوم کو جو طرح طرح کے فساد برپا کریں گے۔ اور ان سے خونریزیاں ہوں گی اور ہم تیری تسبیح کرتے ہیں حمد کرتے ہیں تقدیس کرتے ہیں۔

گویا فرشتوں کا مطلب یہ تھا کہ اگر تیرا منشا اس کے پیدا کرنے سے یہ ہے کہ تیری تسبیح و تقدیس کی جائے تو وہ ہم کر ہی رہے ہیں پھر کیا ضرورت ہے کہ زمین پر فساد اور خوں ریزی کرنے والے کو پیدا کیا جائے۔

فرشتوں کا جواب سنکر اللہ تعالٰے نے فرمایا۔ انی اعلم مالا تعلمون یعنی اس معاملہ میں جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ خالق کائنات کا یہ جواب فرشتوں نے سنا اور عاجزانہ لہجہ میں کہا۔

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

مطلب و۔ پروردگا تیری ذات پاک ہے۔ جو کچھ تو نے ہمیں علم دیا ہے اس سے زاید ہم کچھ نہیں جانتے۔ تو سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے اتنا کہہ کر سب فرشتے عفو تقصیر کے لئے سجدہ میں گر گئے۔

بارگاہِ خداوندی سے ارشاد ہوا۔

"اے فرشتو! تم نے اس کے فساد اور خوں ریزی پر تو غور کر لیا لیکن اس کی نیکیوں پر خیال نہیں گیا۔ اس کے گناہ کا تصور تو کر لیا لیکن میری مغفرت کو بھول گئے اسکی خونریزی دیکھنے کے بعد تمہیں اس کی اشک ریزی بھی تو دیکھنی چاہئے تھی۔ تم نے اپنی معصومیت پر غور کیا لیکن اس کی وہ محبت نہ دیکھ سکے جو اُسے اپنے خالق کے ساتھ ہو گی۔ دراصل تم اپنی دوستی میرے ساتھ دیکھ سکتے ہو لیکن میری دوستی جو اس کے ساتھ ہو گی وہ تو تمہارے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتی"

جب آدمؑ کے قالب میں روح ڈالدی گئی تو جمیع ملائکہ کو حکم دیا گیا کہ اسے سجدہ کریں کیونکہ یہ ہمارا خلیفہ ہے۔ تو سب سے پہلے جبرئیلؑ نے سجدہ کیا۔ اُس کے بعد میکائیلؑ مسجود ہوئے۔ اور ان کے بعد اسرافیلؑ سجدہ میں گرے اسرافیلؑ کے بعد عزرائیلؑ نے اپنے خالق کے حکم کی تعمیل کی ان چاروں کے بعد تمام ملائکہ سماوات نے آدمؑ کو سجدہ کیا۔ یہ سجدہ ایکسو سال تک قائم رہا۔ پورے سو سال کے بعد فرشتوں نے سجدہ سے سر اُٹھایا۔

میں نے چونکہ سجدہ نہیں کیا تھا اس واسطے خاموش کھڑا رہا۔ بھلا غور تو کیجیے کہ آدمؑ کے پتلہ کو مٹی سے بنا کر مجھے حکم دیتے ہیں کہ اسے سجدہ کرو کہاں آگ اور کہاں مٹی۔ بات تو جب تھی کہ آدمؑ سے کہتے کہ اس پیشوائے اعظم کو سجدہ کر۔ اُلٹا مجھے ہی ذلیل کر دیا۔ بھلا ایسا کون ہے جو یہ کہدے گا کہ مٹی کو آگ پر فوقیت ہے۔ لیکن خدا جانے اس وقت اُن کے جی میں کیا آئی کہ مجھے نکو بنا دیا۔ اور ساری دنیا میں بدنام کر دیا۔

مجھ سے پوچھا۔ کیوں ابلیس! (یہ میرا نیا نام رکھا گیا تھا) تو سجدہ کیوں نہیں کرتا۔ میں نے عرض کی۔ اے عزت وعظمت دینے والے! میں آدمؑ کو کیونکر سجدہ کے لائق سمجھوں تو نے مجھے نار سے بنایا ہے اور اسے خاک سے تخلیق کیا ہے۔ یہ کہتے کہتے میں نے دیکھا کہ میرا چہرہ اور تمام جسم تبدیل ہونے لگا۔ پروردگار نے میرا یہ جواب سنتے ہی لباس خاص اور خلعت پیشوائی مجھ سے چھین لیا۔ اور اس کی جگہ پیرہن رسوائی میرے بدن پر چڑھا دیا گیا۔ تمام نعمتوں اور الطاف ربانی سے بھی مجھے محروم کر دیا گیا قربت اور حضوری خاص بھی میرے ہاتھ سے جاتی رہی۔ وہ حُسن صورت جو تمام ملائکہ سے زیادہ مجھے عطا ہوا تھا۔ کافور ہو گیا۔ اور ایسی ہیبتناک شکل بن گئی کہ خدا کی پناہ بس میرا ہی جی جانتا ہے۔

فرشتوں نے میری یہ گت بنتی دیکھی تو دوبارہ سجدہ شکر واطاعت ادا کیا۔ یہ جو آج کل مسلمانوں میں دو سجدوں کا رواج ہے یہ اُسی دوسرے سجدہ کی یادگار میں ہے جو فرشتوں نے دوبارہ ادا کیا تھا۔

دیکھا آپ نے حضرت انسان کو۔ ایک طرف تو مجھے بُرا بھلا کہتا ہے طرح طرح کی گالیاں دیتا ہے۔ کوستا ہے۔ اور دوسری طرف میرے شاگرد

فرشتوں کے عمل سے سبق لیتا ہے اب آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ جو شخص میرے شاگرد کو اپنا استاد سمجھتا ہوا سے میری ذات سے کیا رشتہ ہوگا۔ اور ذرا اس کے بعد یہ بھی خود ہی دیکھ لیجئے کہ مجھے کیا سمجھنا چاہیئے تھا اور کیا سمجھا جاتا ہے۔ خیر مجھے اس کی کوئی شکایت نہیں۔ جب پروردگار نے ہی مجھے ٹھکرا دیا۔ تو اس کے بندوں سے کیوں شکایت کروں۔ وہ تو مشہ دیکھے کے ہوتے ہیں اگر آج اللہ میاں مجھ سے خوش ہوتے تو یہی انسان میرا بندۂ بیدام ہوتا۔

## پہلی سزا

اس نافرمانی کے عوض مجھے پروردگار کی طرف سے پہلا تحفہ جو عطا ہوا وہ ایک سو سال کی قید تنہائی بلا مشقت تھی۔ اور جس جگہ مجھے قید کیا گیا تھا وہ اتنی تنگ و تاریک تھی کہ میرا جی گھبرا گیا۔ بہرحال جیسے تیسے میں نے یہ سو برس گذار ہی دیئے۔

بعد ختم مدت جب مجھے اس کال کوٹھری سے باہر نکالا گیا تو میری صورت بری طرح مسخ ہو چکی تھی۔ سب سے پہلے میرے معزز دوست جبرئیل نے اور ان کے تینوں ساتھیوں میکائیل۔ اسرافیل اور عزرائیل نے مجھ پر لعنت کے ووٹ پاس کئے اور اس کے بعد کل ملائکہ ہفت افلاک نے میری عزت افزائی کے لئے لعنت بھیجی اور بحکم خداوندی عہد کر لیا کہ آئندہ وہ میرے ساتھ کسی قسم کے تعلقات نہ رکھیں گے۔

زمانہ کو پھرتے دیر نہیں لگتی۔ مجھ سے ایک نگاہ بدلی تھی کہ زمانہ بدل گیا۔ کل تک جو لوگ میرے مطیع اور تابع فرمان تھے آج ایسی آنکھیں پھیر گئے کہ گویا وہ مجھے جانتے ہی نہیں۔ مجھ سے کبھی ان کا واسطہ ہی نہیں پڑا

الحذر ے طوطا چشمی۔ یہ منھ دیکھے کی محبت بھی عجیب چیز ہے جن بھائی جبرئیل کو میری دوستی اور محبت کا دعوی تھا۔ آج وہ سیدھے منھ بات کرنا بھی پسند نہیں کرتے ارے بھائی اگر خدا کو دکھانے اور اُسے خوش کرنے کے لئے تم نے مجھ سے قطع تعلق کیا تھا۔ تو کم از کم چوری چھپے ہی مل لیا کرتے۔ مگر توبہ کیجئے جناب وہ اپنے نام کے جبرئیل ہی نکلے۔ اور رشتہ توڑنے کے بعد آج تک اُن سے دعا سلام کا موقع نہیں ملا۔ بھائی عزرائیل کا بھی یہی حال ہے شروع شروع جب میں دنیا میں بادشاہت کرتا تھا تو اُن سے بارہا ملاقات ہوئی۔ بیچارے ایسے ملتے تھے جیسے ان سے زیادہ کائنات میں میرا کوئی ہمدرد ہی نہیں ہے بات بات میں "جی حضور" اور "عالی جناب" کی تکرار ہوتی تھی میرا اتنا ادب اور احترام کرتے تھے کہ کوئی اپنے باپ کا بھی نہ کرتا ہوگا لیکن جب انھوں نے یہ سماں دیکھا تو ان کی رگ اخلاص میں بھی نا آشنائی کا خون دوڑنے لگا۔ اور ایسے بن گئے گویا وہ مجھ سے واقف ہی نہیں ہیں بھائی اسرافیل اور میکائیل بھی بے وفا ثابت ہوئے۔ حالانکہ ایک وقت وہ تھا کہ یہی میکائیل مجھ پر ایسے مہربان تھے۔ جیسے چودھویں صدی میں گاندھی جی ہری جن قوم پر۔

# راندۂ درگاہ ہونیکے بعد میری چار خواہشیں

جب میں نے دیکھا کہ کسی صورت معافی ممکن نہیں ہے۔ اور اب سابقہ عظمت واپس نہیں مل سکتی تو میں نے بارگاہِ خداوندی میں پیغام بھیجا کہ۔

پروردگار عالم! میں نے تیری عبادت دریاضت میں ہزارہا سال گذارے ہیں۔ تو نے مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عظمت دی تھی۔ اور میں نے تیری ہی تعلیم کے موافق اُس کی قدر کی اور تیری عبادتوں میں ذرہ برابر فرق نہ آنے دیا۔

تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ہم عبادت اور نیکیوں کا اجر ضرور دیں گے۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ میری آخرت کا فیصلہ آج ہی سنا دے اور اگر میں نے اچھی زندگی گذاری ہے یا تیری بتائی ہوئی شریعت پر تیری پسند کے مطابق کام کیا ہے تو اس کا اجر مجھے دنیا میں ہی دیدے۔

بارگاہ رحمت سے ارشاد ہوا۔ بول کیا چاہتا ہے۔

**پہلی خواہش** میں نے عرض کی کہ میری پہلی خواہش تو یہ ہے کہ مجھے اس وقت تک کے لئے موت سے مہلت دے جب کہ تیری آخری دنیا کے افراد قبروں سے اٹھائے جائیں۔

حکم ہوا۔ فانک من المنظرین الی یوم الوقت المعلوم (یعنی مجھے بتایا گیا کہ موت سے اس دن تک کے لئے مجھے مہلت دی گئی جس کی میں نے خواہش کی تھی)

**دوسری خواہش** میں نے بتایا کہ دنیا کے ہر فرد کو گمراہ کرنے کی قدرت پاؤں۔ ارشاد ہوا کہ یہ بھی منظور ہے

تو اُن سب کو گمراہ کر سکے گا۔ جو تیرے فریب میں آنے کی خامی رکھتے ہوں گے اور جن کے لئے میں نے جہنم کو منتظر رہنے کا حکم دیا ہے۔

**تیسری خواہش** } میری اولاد بہت ہی زیادہ ہو تاکہ میرا مشن کامیاب ہو سکے۔ اور میں اپنا کام اطمینان سے کرتا ہوں یہ بھی منظور ہوئی۔

**چوتھی خواہش** } یہ تھی کہ جس شکل میں اور جس حلیہ میں چاہوں اپنا وجود تبدیل کر لوں۔ حکم ہوا کہ تو جس شکل میں چاہے اپنی ذات کو تبدیل کر سکے گا۔ لیکن میرے ایک محبوب بندہ کا روپ اختیار نہیں کر سکتا جسے میں آخر زمانہ میں پیدا کرنے والا ہوں۔

دنیا جہان کی شہنشاہیت دینے کے بعد صرف یہ چار خواہشیں پوری کرالیں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ اگر ان کو سیدھی طرح استعمال کروں تو پہلی زندگی سے بہتر زندگی گذار سکتا ہوں اور جو چاہوں کر سکتا ہوں۔ لیکن چونکہ آدمؑ میری تباہی و بربادی اور ذلت و رسوائی کا باعث ہوا تھا اس واسطے انتقام کی آگ میرے سینہ میں بھڑک رہی تھی جس کے باعث میرے دل و دماغ میرے قابو میں نہیں تھے۔ ہر وقت یہ سوچتا رہتا تھا کہ آدمؑ سے کس طرح بدلہ لوں وہ جنت میں ہے اور میں جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ البتہ اگر سامنے آجائے تو ذرا سی دیر میں بتا دوں کہ میرا نام اب عزازیل نہیں بلکہ ابلیس ہے۔

## موقع کی تلاش

میں جانتا تھا کہ آدمؑ پر قابو پانا آسان نہیں۔ اس واسطے موقع کی تلاش

میں رہا۔ گو اس عرصہ میں میری ذلت انگیز زندگی سے بارہا مجھے خون کے آنسو رونا پڑے لیکن میں نے ہمت نہ ہاری اور بدستور انتقام کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا۔

ایک دن اپنے جی میں ایک پروگرام تیار کر کے اور اپنی شکل فرشتوں کی سی بنا کر جنت کے دروازہ پر گیا۔ مگر مجھے کسی نے اندر نہ جانے دیا۔ نہ کسی نے یہ پہچانا کہ میں کون ہوں۔ حالانکہ میں فرشتے کی شکل میں گیا تھا۔ اور میں نے روکنے والوں سے یہی کہا کہ میں ایک مقرب فرشتہ ہوں۔ آج جنت کی سیر کو جی چاہا تو اس طرف آنکلا۔ لیکن داخلہ کی اجازت پر جنت کے پاسبان مسٹر رضوان کے دستخط نہ ہو سکے۔ مجبوراً باہر کھڑا رہا۔ اس انتظار میں کہ ممکن ہے جنت میں سے کوئی شخص ایسا باہر نکلے جس پر میرے جادو بھرے الفاظ اثر کر سکیں۔

بعض دنیاوی مورخین نے بتایا ہے کہ مجھے اس انتظار میں کھڑے کھڑے تین ہزار سال گذر گئے۔ لیکن میں اس کی تصدیق نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں اندرونی بے چینیوں کے باعث اتنا ہوش ہی نہیں رکھتا تھا کہ انتظار کی مدت شمار کرتا۔ ہاں یہ ضرور یاد ہے کہ انتظار کا یہ زمانہ بہت ہی طویل اور تکلیف دہ تھا۔ ایک دن میری خوش قسمتی کامیابی کا لبادہ اوڑھے ہوئے طاؤس کی شکل میں جنت سے برآمد ہوئی۔

میں نے مور کو جنت کے دروازہ پر کھڑا دیکھا تو اس کے قریب گیا اور کہا۔ اے دوست بہت دن کے بعد تم نظر آئے۔ میں ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اندر جا کر تم سے پوچھوں کہ اب ملنا جلنا کیوں چھوڑ دیا۔ مگر شکر ہے کہ تم آ گئے۔ مجھے تم سے ایک کام ہے کیا میں یہ امید کروں کہ اُسے پورا

کرو گے۔

مور نے حیرت سے مجھے دیکھا اور پوچھا آپ کون ہیں میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔ میں نے فوراً جواب دیا۔ اوہو۔ تم اتنی جلدی بھول گئے تم نے مجھے بارہا دیکھا ہوگا۔ میں اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کا بہت ہی محبوب فرشتہ ہوں۔ دن رات اس کی عبادت میں مصروف رہتا ہوں اس وجہ سے اِدھر بہت کم آنا جانا ہوتا ہے۔ آج بیٹھے بیٹھے جنت کی سیر کو جی چاہا چنانچہ اِدھر آنکلا۔ یہاں آکر مجھے بہت حیرت ہوئی۔ یہ جنت کے دربان بہت ہی بد اخلاق معلوم ہوتے ہیں۔ مجھ جیسے مقرب فرشتہ کو بھی جنت میں جانے سے روکتے ہیں۔ مگر دوست! مجھے تمہارے اخلاق حسنہ اور مہمان نوازی سے یہ اُمید نہیں کہ تم بھی ان لوگوں کی طرح مجھ سے غیروں جیسا سلوک کرو گے۔

مور نے یہ سنکر کہا۔ ہاں میں تو ایسا نہیں ہوں۔ کیا حرج ہے اگر تم جنت کی سیر کر لو۔ لیکن یہ لوگ تمہیں شاید اس لئے روکتے ہیں کہ وہ تم سے واقف نہیں ہیں۔ مگر یہ تو بتاؤ تم جنت میں جا کر کیا کرو گے۔ جو کچھ تم بارگاہ صمدیت میں کرتے رہتے ہو۔ وہی یہ لوگ جنت میں کرتے ہیں۔ تم وہاں عبادت کرتے ہو۔ یہ یہاں مصروف عبادت ہیں۔

میں نے کہا۔ یہ ٹھیک ہے لیکن اس سیر سے میرا منشا یہ بھی ہے کہ جنت کے گلزار اور یہاں کے باشندوں کی عبادت کا حال دیکھکر اپنا شوق عبادت بڑھاؤں اور پہلے سے زیادہ جوش کے ساتھ خالق کائنات کی عبادت کر سکوں۔

مور بولا۔ تو پھر میرے لائق جو کام ہو بتاؤ میں کرنے کو تیار ہوں میں نے کہا تم مجھے اپنے ساتھ اندر لے چلو۔ یہ لوگ جب مجھے تمہارے ساتھ

دیکھیں گے تو کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔ یہ سُن کر طاؤس نے جواب دیا۔ اے اجنبی دوست! مجھ میں تو یہ طاقت نہیں ہے کہ کسی کو اندر جنت میں پہونچا سکوں۔ البتہ میرا ایک دوست ہے وہ تمہیں یہاں کی سیر کرادیگا میں نے کہا۔ تو پھر اُسے ہی بلادو ممکن ہے وہ مجھے جانتا ہو۔ اور اگر وہ نہ بھی جانتا ہو تو تم اُسے سمجھا دینا کہ یہ ایک مقرب فرشتہ ہے اور اپنی عبادت بڑھانے کے لئے جنت کی سیر کرنا چاہتا ہے۔ وہ تمہارا کہنا ضرور مان لیگا۔

مور یہ سُنکر جنت میں گیا۔ اور تھوڑی ہی دیر میں اپنے دوست کو ساتھ لے آیا۔ اُس کے دوست کا نام حیّہ تھا جسے آج کل اردو زبان میں سانپ اور انگریزی میں SNAKE اور ہندی میں ناگ دیوتا کہتے ہیں اس نے آتے ہی مجھ سے طرح طرح کے سوال شروع کر دیئے۔ جنکے جواب کچھ تو میں نے دیئے اور کچھ میرے نئے ہمدرد طاؤس نے۔ آخر کار حیّہ نے کہا۔ آؤ میرے مُنہ میں بیٹھ جاؤ تاکہ جنت کی سیر کرادوں۔ میں نہایت اطمینان کے ساتھ اُس کے حسین مُنہ میں ایسے بیٹھ گیا جیسے اب سے پچاس برس پہلے ہندوستان کے رئیس "رتھ" میں سوار ہوا کرتے تھے۔

حیّہ نہایت حسین تھا اور اس کے اس زمانہ میں چار پیر تھے۔ جسم سے نور برستا تھا اور دور دور تک اس کی شعاعیں جاتی تھیں۔ اپنے مُنہ میں رکھ کر مجھے لے چلا۔ راستہ میں ہمارے پُرانے دوست مسٹر رضوان کو کچھ شبہ ہوگیا اور انھوں نے اُسے روکنا چاہا کہ فوراً ہی بارگاہِ عالم الغیب سے حکم صادر ہوا۔

اے رضوان! حیّہ کو اندر جانے دو۔ اس کا روکنا مناسب نہیں کیونکہ یہ ایک راز ہے۔ اور ہم اُسے خوب سمجھتے ہیں۔

رضوان خاں اپنا سا منھ لے کر رہ گئے۔ اور یار لوگ دندناتے ہوئے خلد بریں میں جا پہنچے۔ جی تو چاہا کہ اس حرکت پر حیّہ کے منھ سے نکل کر رضوان کا منھ چڑا دوں اور کہوں۔ روک نہ لیا۔ بڑے آئے ٹھیکدار جنت کے۔ دیکھ جانے والے ایسے جاتے ہیں۔

مگر میں نے سوچا کہ اگر اس وقت میں نے رضوان کا منھ چڑایا تو واپسی پر بڑی خبر لیگا۔ اور مجھے انتقام کی پیاس بجھا کر اسی کے سامنے سے واپس جانا ہے۔ چنانچہ اس دور اندیشی کے ماتحت میں خاموش بیٹھا رہا۔ حیّہ نے جنت میں لے جا کر مجھے اُگل دیا۔ اور کہا۔ لو اب تم سیر کر سکتے ہو۔ مگر یاد رکھنا آداب جنت کے خلاف کوئی کام نہ کر بیٹھنا۔ میں نے کہا۔ حیّہ دوست! تم اگر مجھ سے واقف ہوتے تو شاید تمہیں یہ کہنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی میں یہاں کے آداب سے بخوبی واقف ہوں اور انشاءاللہ تمہیں کسی قسم کی شکایت نہ ہونے دوں گا۔ بلکہ یہاں سے جانے کے بعد تم دیکھو گے کہ پروردگار تمہیں بھی وہی عظمت و شان عطا کر دے گا جو آج مجھے میسر ہے۔

# بی بی حوّا سے ملاقات

جنت کے چپہ چپہ سے میں واقف تھا اور یہ بھی سُن چکا تھا کہ آدمؑ کی دل بستگی کے لیئے خالق کائنات نے ایک عورت کو بھی تخلیق کیا ہے اور اُسے آدمؑ کے ساتھ ہی رکھا گیا ہے۔ چنانچہ میں سیدھا حوّا کے پاس پہنچا اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر زار زار رونے لگا۔ اوّل تو وہ حیرت سے مجھے دیکھتی رہیں۔ اور اس کے بعد پوچھا اے شخص تو کون ہے اور کیوں روتا ہے۔ یہ سُن کر میں چیخیں مار مار کر رونے لگا۔ اکثر ساکنان فردوس میرے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ حوّا کو اور بھی کچھ وحشت ہوئی میرے قریب آکر بولیں۔ اے اجنبی۔ کچھ بتا تو کہ تیرے رونے کا کیا باعث ہے میں نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ اے مورد الطاف ربانی! کیا کہوں کہ مجھے اس وقت کیوں رونا آگیا۔ میں پروردگار کا ایک مقرب فرشتہ ہوں اور مجھے تمام گذشتہ وآئندہ حالات کی خبر رہتی ہے آج اتفاق سے جنت کی سیر کے لیئے چلا آیا۔ یہاں سیر کرتا پھر رہا تھا کہ یکا یک تم پر نظر پڑ گئی اور میری نگاہوں کے سامنے وہ ہولناک سماں بندھ گیا جو تم پر اور تمہارے شوہر آدمؑ پر گذرنے والا ہے۔ اے حوّاؑ یہ خیال آتے ہی میرا رواں رواں تھرا اٹھا۔ اور میں ضبط نہ کر سکا۔ تم کیا جانو حوّاؑ کہ تم پہ کیا وقت آنے والا ہے۔ کاش مجھے اس کی اجازت ہوتی اور میں تمہیں بتا سکتا کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے مقدر میں کیا کیا لکھا ہے۔ حوّا! اگر تمہیں کسی طرح یہ علم ہو جائے کہ تمہارا مستقبل کتنا تاریک ہے تو کوئی کیا جان سکتا ہے کہ تمہارا کیا حشر ہو محض خوف سے کلیجہ شق

ہو جائے۔

اے حوّاؑ یہ زیادہ بہتر تھا کہ تم پیدا ہی نہ ہوتیں۔ تمہارے مقدر میں وہ ہولناک سزا درج کی گئی ہے جو خالق عالم نے آج تک کسی مخلوق کے لئے تجویز نہیں کی۔

حوّا یہ سنکر گھبرا گئیں اور انھوں نے کہا۔ اے اجنبی تو ہمارا اچھا ہمدرد ہے اور جب تو ہمارے مستقبل کی بات جانتا ہے تو کم از کم اُن تدابیر سے بھی ضرور واقف ہوگا۔ کہ ہم کیونکر اس عذاب سے نجات پا سکتے ہیں۔ کوئی ایسی ترکیب بتا کہ ہمارا خالق اپنا یہ ارادہ بدل دے۔ کیا ایسی کوئی صورت ہو سکتی ہے کہ ہم اس عذاب سے محفوظ رہ سکیں۔

"ہاں ہو سکتی ہے" میں نے فلسفیانہ انداز میں جواب دیا۔ مگر ایک شرط پر۔ حوّاؑ نے نہایت اشتیاق کے لہجہ میں کہا۔ وہ کیا۔ میں نے حاضرین پر ایک نگاہ غلط انداز ڈالتے ہوئے کہا۔ اے حوّا تم اپنی عبادت کو بڑھاؤ۔ اور دن رات نہایت خلوص سے پروردگار کے حضور میں دعائے مغفرت مانگو۔ میں بھی واپسی پر تمہاری سفارش کروں گا۔ عجب نہیں کہ غفور الرحیم تمہاری دعا اور میری سفارش خاص پر نظر کرم فرمادے اور تم عذاب سے بری کر دی جاؤ۔ حوّا نے کہا۔ اے ہمدرد اگر میری عبادات اور ریاضت پروردگار عالم کے حضور میں کوئی سفارشِ مغفرت کر سکتی ہی تو میں آج سے ہی اپنے وقت کا ایک ایک لمحہ اس کی حمد وثنا میں بسر کروں گی۔

میں نے اِدھر اُدھر دیکھ کر کہا اے حوّا۔ بڑی مشکل یہ ہے کہ تم عبادت کے طریقوں سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔ آؤ میں تمہیں ایک دو

باتیں حمد و ثنا کے متعلق سمجھا دوں تاکہ ان پر عمل کر کے پروردگار کو خوش کر سکو۔ یہ کہتا ہوا میں بی بی حوّا کو ایک علیحدہ جگہ لے گیا۔ جہاں ہم دونوں کی باتیں سننے والا کوئی نہیں تھا۔ یہاں پہنچ کر میں نے کہا کہ اب تک جو کچھ میں کہہ رہا تھا وہ اس وجہ سے کہ ہمارے تمہارے چاروں طرف ساکنان فردوس جمع تھے اس واسطے مجھے صرف عبادت ہی کا ذکر کرنا پڑا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تمہیں عذاب سے بچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔

بی بی حوّا بولی۔ وہ کیا ہے اے اجنبی مجھے جلدی بتاؤ۔

میں نے کہا۔ اگر تم اخفائے راز کا وعدہ کرو اور کسی کو یہ نہ بتاؤ کہ وہ ترکیب میں نے تمہیں بتائی تھی تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں ورنہ نہیں۔ حوّاؑ نے کہا۔ تم اطمینان رکھو کہ یہ راز کسی پر ظاہر نہ ہوگا۔ یہ جواب سن کر میں نے پوچھا۔ تم جانتی ہو کہ جنت میں کوئی ایسا درخت بھی ہے جس کے قریب جانے کی تم کو اور آدمؑ کو ممانعت کی گئی ہے۔

ہاں ہے حوّا نے کہا۔ ایک ایسا درخت ہے جس کے لئے پروردگار کی طرف سے حکم امتناعی صادر ہو چکا ہے۔ لاتقرب ہذا الشجرۃ۔

میں نے مسکرا کر پوچھا۔ جانتی ہو کیوں ممانعت ہے؟

نہیں۔ یہ تو میں نہیں جانتی۔

یہی تمہاری بھول ہے۔ حوّاؑ۔ تمہارے شوہر آدمؑ کو یہ سوال کرنا چاہیئے تھا کہ اس پیڑ میں آخر ایسا کیا راز ہے۔ کہ جنت کا کونہ کونہ تو مباح قرار دیا جائے اور ایک حقیر پیڑ کے لئے ایسی سخت پابندیاں لگا دی جائیں کہ ہاتھ لگانا اور کھانا تو کجا اس کے قریب ہو کر گذرنا بھی ممنوع

ہو جائے۔

ہاں ہے تو تعجب کی بات، اے ہمدرد۔ مگر ہم نے آج تک اس بات پر غور ہی نہیں کیا تھا۔

میں نے وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ جانتی ہو کہ اس پیڑ کے قریب نہ جانے دینا کیا معنے رکھتا ہے؟

نہیں میں نہیں جانتی۔

ہاں! جان بھی کیسے سکتی ہو۔ حوّا۔ یہی تو تمہارا مستقبل پکار رہا ہے کہ تم اس پیڑ کو نہیں جان سکتیں۔

حوّا نے حیران لہجہ میں پوچھا۔ کیا یہی پیڑ ہماری تباہی کا باعث ہے

میں نے کہا۔ ہاں اس پیڑ میں دونوں باتیں ہیں برباد بھی کر سکتا ہے اور آباد بھی کر سکتا ہے۔

وہ کیسے؟

وہ کیسے۔ یہ پوچھتی ہو۔ مگر ہاں میں تمہیں ضرور بتاؤں گا۔ حوّا تم بہت بھولی مخلوق ہو۔ تمہیں بتانا ہی پڑے گا۔ تمہیں تباہی اور بربادی سے بچانا ہم سب کا فرض ہونا چاہیئے۔ یہ اہالیان فردوس کتنے خودغرض ہیں۔ حوّا تم نے دیکھا کہ یہ لوگ تمہیں کتنا بے خبر رکھنا چاہتے ہیں۔ آج تک تمہیں اس پیڑ کا حال نہیں بتایا۔

حوّا نے کہا۔ کیا یہ لوگ بھی اس پیڑ کی بابت جانتے ہیں۔

"ہاں"۔ جانتے کیوں نہیں۔ حوا! یہ سب کچھ جانتے ہیں۔ لیکن تم ان کو نہیں جانتیں۔ یہ تمہاری بربادی کے منتظر ہیں۔ خلد میں تمہارا قیام یہ گوارا نہیں کرتے۔ انھوں نے بارہا تمہاری شکایتیں پروردگار کے پاس

بھی ہیں۔ مگر حوا تم جانتی ہو کہ جب مجھ جیسا فرشتہ بارگاہ خداوندی میں موجود ہو تو ان کی شکایتیں کیسے با اثر اور نتیجہ خیز ہو سکتی ہیں۔ میں نے بالا بالا ہی ان معاملات کو رفع دفع کر دیا ہے۔ ورنہ کون کہہ سکتا ہے کہ تم ایسے اطمینان کے ساتھ جنت میں رہ سکتیں۔

تو کیا یہ سب لوگ ہمارے دشمن ہیں؟

میں نے تجربہ کارانہ انداز سے گردن کو ہلاتے ہوئے کہا۔ "دشمن"! یہ تو ایسے خوفناک دشمن ہیں کہ خدا محفوظ رکھے۔ ان کا کاٹا ہوا تو پانی بھی نہیں مانگتا۔ ایسا مکر مارتے ہیں کہ بس بلبلاتے ہی بن پڑتی ہے۔

"تو پھر مجھے کوئی ترکیب بتاؤ۔ میں تمہارا احسان ہمیشہ یاد رکھوں گی۔

"ترکیب" میں نے یہ لفظ دہراتے ہوئے کہا ترکیب تو ایسی بتا سکتا ہوں کہ تم ہمیشہ کے لئے عذاب سے محفوظ ہو جاؤ۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس احسان کو ہمیشہ یاد رکھو گی۔ اور مجھے دعائے خیر سے یاد کیا کرو گی۔ مگر حوا! سچ بات یہ ہے کہ مجھے راز فاش ہونے کا ڈر ہے اگر کہیں کسی کو یہ خبر ہو گئی کہ میں نے تمہیں عذاب سے بچنے کا ذریعہ بتا دیا ہے تو تمہارا کچھ نہ بگڑے گا تم تو عذاب سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جاؤ گی البتہ میرا کہیں ٹھکانا نہ رہے گا۔

یہ سنکر حوا نے مجھے کامل اطمینان دلایا اور کہا کہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس بات کی خبر کسی کو نہ ہو گی۔

تب میں نے آہستہ سے اُن کے کان میں کہا۔ کہ یہ درخت تمہارے عذاب اور صواب ہی کے لئے بنایا گیا ہے۔ اگر کسی وقت خدا کو یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ تم پر سے عذاب ہٹا دے یا معاف کر دے تو وہ تمہیں

حکم دے گا کہ اس پیڑ کے دو چار پھل کھا لو۔ بس ان پھلوں کا کھانا تمہارے لئے امرت بن جائے گا۔ اور سارا عذاب ملتوی کر دیا جائے گا۔ یہی سبب ہے کہ پرور دگار نے تمام ضروریات پر غور کرتے ہوئے یہ درخت بھی پیدا کیا ہے تاکہ اگر ضرورت پڑے تو وقت پر کام آسکے۔

(غیر ضروری نوٹ :۔ ناظرین یہاں یہ بھی نوٹ کر لیں۔ کہ موجودہ زمانہ میں دستاویزات کے اختتام عبارت پر ایک فقرہ لکھا جاتا ہے کہ "یہ دستاویز لکھدی تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آوے"۔ یہ اُسی تقلید کا نتیجہ ہے دراصل موجودہ صدی کے لوگ دستاویز میں جب یہ فقرہ لکھتے" یا لکھواتے ہیں تو انہیں وہی حال یاد آجاتا ہے کہ پرور دگار نے بھی ایک درخت لگایا تھا تاکہ موجود رہے اور بوقت ضرورت کام آئے)

تو حوّا! میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس درخت کے پھل کھانے نہ کھانے پر تم دونوں کے مستقبل کا انحصار ہے اور پرور دگار نے چونکہ تمہارے لئے ایک فیصلہ کر رکھا ہے اسی واسطے اس درخت کے قریب جانے کی ممانعت کر دی ہے۔ اگر تم نے پھل کھا لیا تو پھر وہ فیصلہ جو تمہارے لئے ہو چکا ہے قابل عمل نہ سمجھا جائے گا۔ اور تم عذاب سے بری ہو جاؤ گی۔

حوّا نے کہا۔ کیوں ہمارے اجنبی ہمدرد۔ اگر وہ پھل ہم دونوں کھالیں تو پھر عذاب سے محفوظ ہو جائیں گے نا؟

میں نے جواب دیا۔ ہاں پھر تم دونوں پر وہ عذاب نہیں آئیگا۔ لیکن دیکھو پھر سمجھائے دیتا ہوں کہ آج اور آج کے بعد اس سلسلہ میں کبھی میرا

نام نہ آنے پائے۔

یہاں قبل اس کے کہ میں بعد کے حالات لکھوں ناظرین کو ایک خاص بات یاد دلا دوں کہ وہ گیہوں کا معاملہ جو جنت میں ہوا اور جس کے باعث آج موجودہ دنیا نظر آرہی ہے۔ زیادہ تر عورت کے ذمہ ہی رہا۔ یعنی سننے والے زیادہ تر یہی کہتے ہیں کہ آدمؑ عورت کے باعث جنت سے نکالے گئے۔ نہ عورت انہیں ورغلاتی نہ وہ پھل کھاتے اور نہ جنت سے نکلتے میں ممنون ہوں اماں حوا کا جنہوں نے زندگی بھر اپنا وعدہ یاد رکھا اور کبھی کسی سے نہیں کہا کہ نیاز مند نے انہیں پھل کھانے کا مشورہ دیا تھا۔ حالانکہ پھل کھانے کے بعد وہ بیچاری طرح طرح کی تکالیف میں پھنس گئیں۔ اور ہزاروں مصیبتیں سہیں اور ان کی اولاد آج تک وہ خمیازہ بھگت رہی ہے مگر واہ رے وعدہ وفائی کہ اس بیچاری نے مرتے دم تک میرا نام نہیں لیا ہمیشہ اپنی غلطی پر نادم ہوتی رہیں۔

اگر آج حوا زندہ ہوتیں تو میں اُن کے قدموں میں سر رکھ دیتا اور کہتا کہ گو میں تمہارے خاوند کی بدولت راندۂ درگاہ ہوا ہوں لیکن تم نے میرے ساتھ وہ سلوک کیا ہے کہ قیامت تک میری گردن تمہارے احسان سے نہیں اٹھ سکتی۔

آج حوا زندہ نہیں ہیں لیکن ان کا احسان زندہ ہے اور میں اسکے عوض یہ عہد کر چکا ہوں کہ ان کی بیٹیوں پر زیادہ اثر انداز نہ ہوں۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیا والے عورت کو مرد کے مقابلہ میں زیادہ مذہب پرست بتاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب میں پوری قوت عورت ذات پر صرف نہیں کرنا چاہتا تو وہ مرد کے مقابلہ میں اپنے آپ ہی مذہب پرست

نظر آئیں گی۔

ہاں! تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حوّا کو سیب کھانے کا ٹھیک مشورہ دے کر اور اخفائے راز کا مسئلہ طے کر کے میں جنت سے واپس چلا آیا۔ اور اس کے بعد کچھ ایسے اتفاقات پیش آئے کہ آج تک وہاں جانا نہ ہو سکا۔ لیکن بعض معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ میرا جنت کا آخری سفر کامیاب رہا۔

# عورت کی پہلی غلطی

مجھے جنت سے واپسی کے بعد جو اطلاعات ملیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ حوّاؑ نے میرے مشورہ کو اپنی آئندہ بہبودی پر معمول کرتے ہوئے فیصلہ کر لیا کہ وہ خود بھی وہ پھل کھائیں گی اور اپنے خاوند کو بھی مجبور کریں گی تاکہ عذاب سے نجات مل سکے چنانچہ وہ اس درخت سے سات خوشے گندم کے توڑ کر لائیں۔ جمیں سے یک تو خود کھا لیا۔ اور خدا جانے کس نیت سے ایک خوشہ اپنے پاس محفوظ رکھ کر باقی پانچ خوشے آدمؑ کو لا کر دیئے اور ان سے بھی درخواست کی کہ وہ بھی یہ پھل کھا کر عذاب الٰہی سے پناہ میں آجائیں۔

آدمؑ یہ دیکھ کر سخت متعجب ہوئے اور پوچھا۔ حوّاؑ یہ تم نے کیا غضب کیا۔ کیا تم کو اپنے پروردگار کا وہ حکم یاد نہیں کہ یہ پھل ہم دونوں کی تباہی کا باعث ہے اس کے قریب بھی نہ جانا۔

حوّاؑ نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے جواب دیا۔ آپ گھبرایئے نہیں میں اس حکم کی تہہ تک پہونچ گئی ہوں۔ درحقیقت یہی درخت ہماری تباہی اور بربادی کے لئے تھا۔ اور اسی واسطے ہم اس کے پھل کھا رہے ہیں۔

آدمؑ نے حیرت سے پوچھا تو کیا تم خود اپنے ہاتھوں تباہ ہونا اور پروردگار کی بارگاہ سے مورد عتاب ہونا پسند کرتی ہو؟

حوّاؑ نے جواب دیا۔ آپ کیا جانیں اس راز کو۔ یہ درخت ممنوع کیوں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس درخت کو ممنوع قرار دینے میں خالق کائنات

کی بہت بڑی حکمت عملی ہے۔

"وہ کیا"؟ آدم نے دریافت کیا۔

بس اس کو راز ہی رہنے دیجئے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ جس راز سے میں واقف ہو چکی ہوں وہ آپ پر بھی روشن ہو جائے۔ ہاں ہم دونوں کو اس کے نتیجہ پر ضرور غور کرنا چاہیئے۔ اور وہ بہت ہولناک ہے۔

ارے اگر ہولناک ہے تو پھر کھاتی کیوں ہو؟

ہمیں کھانا ہی پڑے گا۔ اے آدمؑ بغیر اس کے کوئی چارہ نہیں ہے

تو کیا ہم خود تباہی پسند کر لیں؟

نہیں۔ آپ نہیں جانتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور اس کا انجام کتنا اچھا ہے آپ میرے کہنے پر عمل کیجئے اور یہ پھل کھا لیجئے۔

آدمؑ نے برہم ہو کر کہا۔ ہرگز نہیں۔ حوّا اگر تم اپنے پروردگار سے سرکشی کرنے والی ہو تو کرو۔ میں اپنے میثاق سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتا میں نے پروردگار سے جو وعدہ کیا ہے وہ اٹل ہے اور کوئی طاقت اسے نہیں توڑ سکتی۔ جنت کی ہر نعمت میرے لئے آزاد ہے۔ کیا حرج ہے اگر میں ایک پھل کو ہمیشہ کیلئے اپنے اوپر حرام کر لوں۔

"یہی آپ کی بھول ہے" حوّا نے بھویں سکیڑتے ہوئے بچھانے کے انداز میں کہا۔ آپ خود تباہ ہونے کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔

کیا کہا۔ میں تباہ ہونے کا بیڑا اٹھا رہا ہوں؟

ہاں آپ اٹھا رہے ہیں۔

یہ کیسے؟

یہ کیسے۔ یہ ایسے کہ آپ اپنے عیش و آرام کے ذریعہ پر تالا لگا رہے

ہیں۔ اپنی بھلائی کے راستہ میں ناعاقبت اندیشی کے کانٹے بچھا رہے ہیں۔ اپنے حسین مستقبل کے چہرہ پر ہٹ دھرمی کی سیاہی مل رہے ہیں تاکہ آپ عذاب الٰہی کے حقدار ہیں اور اپنی بھلائی کے ذرائع آسنادصدتمنا کے تاریک کنوئیں میں پھینک دیں کیا آپ کو۔۔۔۔۔۔

آدمؑ نے بات کاٹ کر کہا۔ حواؑ تمہاری یہ عجیب وغریب باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔ کیا تمہارا یہ منشا ہے کہ میں اپنے پروردگار کے احکام سے سرکشی کروں کیا تم یہ چاہتی ہو کہ محض ایک پھل کا ذائقہ حاصل کرنے کے لئے اپنی تمام نعمتوں کو ٹھکرا دوں اور پھر کچھ خبر نہیں کہ وہ پھل ذائقہ میں کڑوا ہی یا میٹھا ہے۔ یا خدا جانے اس میں کیا راز ہے۔ جس کو میں اور تم دونوں نہیں جانتے۔

آپ نہ جانتے ہوں لیکن میں جانتی ہوں۔ اس کا ذائقہ شہد سے زیادہ میٹھا اور جنت کی ہر نعمت سے زیادہ سرور انگیز ہے۔ یہ دیکھو آدمؑ اس کی رنگت کتنی دل فریب ہے۔ مسکہ سے زیادہ نرم اور دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ تو اسے کھالو تاکہ ہم عذاب الٰہی سے محفوظ ہو جائیں۔

کیا کہا حوا تم نے "عذاب الٰہی سے محفوظ ہو جائیں"

ہاں عذاب الٰہی سے محفوظ ہونے کا صرف یہی ایک ذریعہ ہے۔

یعنی یہ کہ پروردگار سے سرکشی عذاب سے بچانے کا ذریعہ؟

سرکشی نہیں۔ بلکہ حفاظت خود اختیاری کے لئے سمجھداری۔

ایسی سمجھداری تمہیں ہی مبارک رہے حواؑ۔ میں کسی حال میں اپنے خالق سے غداری کے لئے تیار نہیں۔ تم نے سنا نہیں کہ محض اسی سرکشی کے باعث عزازیل جیسا باعظمت شخص مورد عتاب ہوا۔ اس نے

بھی تو صرف ایک ہی نافرمانی کی تھی جس کے بعد آج تک مورد عذاب ہے۔ اور تمام کائنات کی بھلائیاں اور عیش و آرام اس پر حرام ہو گیا تو کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں بھی نافرمانی کر کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤں

حوّا نے کہا۔ وہ مغرور تھا۔ اس نے پروردگار کے سامنے غرور کا مظاہرہ کیا اس لیئے کہنا نہیں مانا اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہوا۔ اور آپ یہ کام اپنی بھلائی کے لئے کریں گے۔ اپنا مستقبل درست کرنے کیلئے کریں گے۔ اس واسطے ہم پر کوئی مصیبت نازل نہیں ہو گی بلکہ آئندہ کا ایک خطرہ جاتا رہے گا۔

وہ خطرہ کیا۔ آدمؑ نے حیرت سے پوچھا۔

خطرہ یہ کہ اگر ہم نے یہ پھل نہ کھایا تو ہم تباہ و برباد ہو جائینگے

آدمؑ مسکرائے۔ کیا کہہ رہی ہو حوّا۔ یہ الٹی بات۔ پروردگار نے تو یہ بتایا ہے کہ اگر ہم یہ پھل کھائیں گے تو تباہ ہو جائیں گے۔ تم یہ کہتی ہو کہ اگر نہ کھائیں گے تو تباہ ہو جائیں گے۔

حوّا آخرکار مجبور ہو گئیں۔ جب انھوں نے دیکھا کہ آدمؑ کسی طرح راضی نہیں ہوتے تو انھوں نے اجنبی کی ملاقات اور اس کی مفصل گفتگو بیان کر دی اور آخر میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ کہ وہ ٹھیک کہتا ہے۔ ورنہ اس کی کیا ضرورت تھی کہ جنت کے تمام میوے اور تمام نعمتیں تو ہمارے لئے مباح قرار دی جائیں لیکن ایک حقیر درخت کے لئے ایسی زبردست شرط لگا دی جائے۔ یقیناً یہی شرط ہمارے لئے نقصان دہ ہے اور ہمیں چاہیئے کہ یہ پھل ضرور کھائیں۔

غیر ضروری نوٹ۔ واضح رہے کہ آج کل عام خیال یہ ہے

کہ اگر کسی معاملہ میں کسی شخص کو بزرگوں سے رائے لینے کی ضرورت پڑے اور اتفاق سے کوئی بزرگ اس وقت نہ ملے تو اُسے چاہیئے کہ اپنی بیوی سے مشورہ لے اور بیوی جو مشورہ دے اُس کا اُلٹا کرے۔ کامیابی ہوگی یہ اُلٹے مشورہ پر عمل کرنا اسی بات کی یادگار ہے جو حوّا نے آدمؑ کو رائے دی تھی۔ اگر آدمؑ بیوی کے مشورہ کے خلاف عمل کرتے اور پھل نہ کھاتے تو یقیناً کامیابی تھی۔ مگر انھوں نے عورت کے مشورہ کے مطابق سیدھا سادہ عمل کر لیا اور آخرکار انہیں نقصان پہونچ گیا۔

بہرحال آدمؑ نے مجبور ہو کر ڈرتے ڈرتے وہ خوشہ حوّا کے ہاتھ سے لے لیا اور اللہ کا نام لے کر کھا گئے۔ یہ عورت کی پہلی غلطی تھی جس پر مرد نے عمل کیا۔ ابھی وہ گیہوں معدہ تک بھی نہ پہونچا ہوگا کہ کل حلہ ہائے بہشتی آدمؑ اور حوّاؑ کے جسم سے گر پڑے اور تاج تقرب ان کے سروں سے ایسے اُڑ گیا جیسے کوئی پرندہ ہوا میں اُڑ جائے۔

حلہ ہائے بہشتی کی نشانی اب بھی جسم انسانی میں ناخن کی شکل میں موجود ہے۔ حلہ ہائے بہشتی تمام و کمال ایسے تھے جیسے انسان کی انگلیوں پر ناخن ہیں۔ اور یہ محض یادگار کے طور پر چھوڑ دیئے گئے ہیں، اور یہ واقعہ بھی ہے کہ انسان انتہائی مسرور حالت میں جبکہ قہقہے لگا کر ہنس رہا ہو اور اتفاق سے اپنے ناخن دیکھ لے تو اس کے دل پر ایک اُداسی چھا جاتی ہے۔ اور وہ ایک لمحہ کے لئے بھول جاتا ہے کہ کس بات پر اُسے ہنسی آرہی تھی۔ اگر کسی شخص کو میرے اس دعوے

پر شبہ ہو تو وہ جب چاہے تصدیق کر سکتا ہے۔ یعنی ہنسی کے وقت اگر ناخن دیکھ لے تو اس کا دل وہ مسرت ہی بھول جاتا ہے جس کے باعث اُسے ہنسی آ رہی تھی۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اِسے چھوڑیئے۔ اور یہ سنئے کہ جب آدمؑ اور حوّاؑ کے جسم سے بہشتی لباس اُتر گیا تو انہیں بڑی شرم محسوس ہوئی۔ قریب ہی انجیر اور عود کے درخت تھے انھوں نے آگے بڑھ کر اپنے پتے آدمؑ اور حوّاؑ کو دیدئے۔ تاکہ ستر پوشی ہو سکے۔

یہاں یہ بھی عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آدمؑ اور حوّاؑ کے جسم سے بہشتی لباس اترنے کے بعد بھی ساکنان جنت انہیں برہنہ نہیں دیکھ سکے تھے کیونکہ پروردگار نے باوجود عتاب کے اپنے خلیفہ کے ساتھ ستر پوشی کی رعایت رکھی تھی اور اہالیان جنت سے قوت باصرہ کا صرف وہ حصہ چند سیکنڈ کے لئے الگ کر لیا تھا جس کی مدد سے وہ ان دونوں کو کامل برہنہ دیکھ سکتے۔ البتہ جسم کا عام حصہ سب کو ننگا نظر آ رہا تھا اور درخت انجیر و عود نے محض اسی باعث اپنے پتے پیش کئے تھے۔ البتہ آدمؑ حوا کو برہنہ دیکھ سکتے تھے۔ اور حوّا آدم کو۔ اس واسطے ان پتوں نے بہت کام دیا اور فوراً ہی ایک دوسرے نے اپنی اپنی ستر پوشی کر لی۔

اسی یادگار میں آج آدمؑ کی اولاد برہنگی کو ناجائز قرار دیتی ھے۔ اور ایک دوسرے کو ننگا دیکھ لینا سخت گناہ کی بات جانتی ہے۔ لیکن آپ کو یاد رکھنا چاہئے کہ میں نے یہ فرسودہ خیال لوگوں کے دلوں سے نکالنا شروع کر دیا ہے۔ اور اگر آپ لوگ تھوڑی بہت معلومات رکھتے

ہیں تو آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ میری یہ تحریک برہنگی کتنی زوروں پر ہے۔ جس چیز کو میرے ازلی دشمن آدمؑ نے اپنے واسطے باعث شرم قرار دیکر انجیر کے پتے استعمال کئے تھے وہی آج میں اس کی اولاد کیلئے باعث فخر قرار دے رہا ہوں۔ اور جاننے والے جانتے ہیں کہ میں اپنے مشن میں کس قدر کامیاب ہوں۔ کتنی دلچسپ کامیابی ہے کہ آدمؑ نے اپنی برہنگی دور کرنے کے لئے دوسرں کی امداد سے لباس حاصل کیا اور آج اسی آدم کی اولاد اپنی برہنگی تیار کرنے کے لئے خود اپنا لباس جسم سے اتار کر پھینک رہی ہے۔ یہ دیکھ دیکھ کر میں ہوا میں قہقہوں کی آوازیں بلند کر رہا ہوں اور یہ آوازیں قدامت پرست لوگوں کی آنکھوں سے ٹکراتی ہیں۔ اور آنسو بن کر گرنے لگتی ہیں۔ اور دنیا کا ناسمجھ انسان ان آنسوؤں کو قدیم تہذیب کے شکستہ مزار پر پھولوں کی طرح چڑھا رہا ہے۔ مگر نہیں سمجھتا کہ اس مزار کا ذرہ ذرہ سرتاپا پیاس بن گیا ہے اور ان آنسوؤں کو اپنے پیاسے وجود میں پیوست کر کے دنیا کی نظروں سے ہمیشہ کے لئے اوجھل کر دیتا ہے۔

# احکم الحاکمین کی عدالت میں

مجھے جو کچھ کرنا تھا کر چکا۔ میرے جذبہ انتقام پر کامیابی کا پانی پڑ چکا تھا۔ اب مجھے صرف یہ دیکھنا باقی تھا کہ جس عدالت نے محض ایک معمولی نافرمانی کے سبب مجھ جیسے جلیل القدر بادشاہ کے ساتھ یہ انصاف کیا ہے کہ ہمیشہ کے واسطے میری گردن میں لعنت کا طوق ڈال دیا وہ اپنے اس خلیفہ کی نافرمانی پر کیا سزا دے گا۔ جسے اُس نے اپنے ہاتھ سے بڑے شوق کے ساتھ تخلیق کیا ہے۔ اور جس کی ذات سے اُسے طرح طرح کی اُمیدیں وابستہ تھیں۔ آج دیکھنا ہے اس کے انصاف کا حال میرا خیال تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے مٹی کے کھلونے کو نہ توڑے گا۔ لیکن مجھے خبر ملی کہ بارگاہ حقیقی سے آدمؑ اور حواؑ کے نام پروانۂ طلبی صادر ہوا ہے۔ حیہ اور طاؤس بھی بلائے گئے ہیں۔ الغرض اور خود کو بھی حاضری کا حکم ملا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی میں بھی چپکے سے اپنی انتہائی پرواز تک پہنچ گیا۔ تا کہ انصاف کا تماشہ دیکھ سکوں۔

# مجرموں کی حاضری

سب سے پہلے میں نے دیکھا کہ جناب آدمؑ بصد رنج و یاس جنت
الفردوس سے برآمد ہوئے۔ ان کے چہرہ پر کھیلتے ہوئے جذبات سے اندازہ
ہوتا تھا کہ وہ دل ہی دل میں یہ مصرعہ پڑھ رہے ہیں ؎ خوش رہو اہل وطن
ہم تو سفر کرتے ہیں۔ ایک دفعہ پیچھے مڑ کر انھوں نے جنت پر نگاہ ڈالی تو
خدا جانے کس غضب کی نگاہ تھی کہ در و دیوار لرزنے لگے۔ میں بھی اس زلزلہ
سے گھبرا گیا۔ مگر بعد میں مجھے یاد آیا کہ حسرت بھری نظر تو پہاڑوں کو لرزہ
براندام کر سکتی ہے۔

جی چاہا کہ آگے بڑھ کر آدمؑ سے علیک سلیک کروں اور پوچھوں
کہیے حضرت کہاں تشریف لے چلے۔ یہ آج اداسی کیسی ہے۔ کیا کچھ
کھو گیا ہے۔ مگر میں نے سوچا عقلمند دشمن وہ ہے جو خود کو ظاہر نہ کرے
اور کامیاب ہو جائے تاکہ دوبارہ بھی بغیر مزاحمت کے انتقام کا موقع مل سکے
آدمؑ کے پیچھے پیچھے میرا شکار جا رہا تھا۔ جیسے کسی شکاری کا بھرپور وار
کھائے ہوئے ہو۔ یہ میرا آلۂ کار حوا صاحبہ تھیں جنہوں نے میرے مخلصانہ
مشورہ پر عمل کر کے عذاب سے بچنے والی ترکیب کی تھی۔ بیچاری نہایت
خاموش اور اداس جا رہی تھیں۔ پشیمانی کے آنسو قدم قدم پر گر رہے تھے
اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جی ہی جی میں پکار رہی ہیں کہ بازآیا
پشیمانی کا سبق پڑھتی جا رہی ہیں۔

اُن کے پیچھے میرا عزیز دوست طاؤس تھا۔ اس کی کیفیت ایسی
تھی جیسے آج کل کوئی شخص کسی عدالت میں جھوٹی گواہی دے رہا ہو اور

مجسٹریٹ پر اُس کے جھوٹ کا راز معہ ثبوت کے کھل جائے اور اس غریب گواہ کے گلے میں دفعہ ۱۹۳ کا پھندہ پڑ جائے۔ اور وہ بیچارہ جیل کی طرف یہ کہتا ہوا چلدے کہ ہم آئے تھے اس لئے کہ نماز بخشوائیں گے وہاں روزے اور گلے پڑ گئے۔

طاؤس کے بعد مسٹر حیّہ تھے جن کا منھ میں نے بطور رتھ کے استعمال کیا تھا۔ بیچارے نیچی گردن کئے ہوئے خراماں خراماں عدالت کی طرف جا رہے تھے۔ ایک ایسے مجرم کی طرح جس کے مقدمہ کی تاریخ آخری ہو اور اُسے سزا کا حکم سننے کا پورا یقین ہو۔ ایسا معلوم ہوتا تھا بیچارے اپنی روانگی سے پہلے ضرور کوئی وصیت نامہ لکھ کر آئے ہیں۔

ان حضرت کے پیچھے پیچھے انجیر اور عود کے درخت تھے۔ ایسے چہرے بنائے ہوئے گویا وہ ناکردہ گناہ ہیں۔ اور غلط فہمی کے باعث پولیس نے انہیں گرفتار کر لیا ہے۔ راستہ میں ہر شخص پر اپنی نگاہوں سے معصومی کا اظہار کرتے ہوئے۔

## آدمؑ کی سزا

دربار خداوندی پر آج قہاری کی پوری شان برس رہی تھی۔ جمیع ملائکہ خوف زدہ تھے اور ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ عرش و کرسی لرزہ براندام تھے ارشاد ہوا کہ آدم کو حاضر کرو۔

آدمؑ نیچی نگاہیں کئے ہوئے ڈرتے ڈرتے پیش ہوئے اور سجدہ عبودیت بجالانے کے بعد دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ آواز آئی :۔

اے آدم کیا ہم نے نہ کہا تھا تم سے کہ "لا تقرب ہٰذہِ الشجرۃ" مگر

تم نے اس پر عمل نہیں کیا۔ ہم نے تمہیں اچھی طرح سمجھا دیا تھا
کہ یہ درخت تمہارے لئے ممنوع ہے اور اگر اس درخت کا
پھل کھاؤ گے تو خسارہ میں رہو گے۔ آخر کار آج وہ دن
آگیا کہ تم اس کا نتیجہ حاصل کرنے کے لئے انصاف کے سامنے
کھڑے ہو۔ ہم نے تمہیں اپنا خلیفہ بنایا تھا اس لئے کہ نیک
اعمال اور اطاعت کا مظاہرہ کر کے مخلوق کو سبق دو گے۔
نہ کہ اس لئے کہ خلافت کو بدنام کرنے کا باعث بنو اور وہ
بھی صرف ایک معمولی ذائقہ حاصل کرنے کے لئے۔

پس تمام حالات پر غور کرنے کے بعد ہم تمہارے لئے
حسب ذیل سزائیں تجویز کرتے ہیں۔

**پہلی سزا:۔** تمہارے جسم کی ظاہری خوبصورتی یعنی حلہ ہائے بہشتی تم سے
واپس لئے جائیں (اور اس پر عملدرآمد ہو چکا ہے)

**دوسری سزا:۔** تمہاری موجودہ زندگی کے ساتھ جنت سے اخراج (اور اس کا
عملدرآمد اُسی وقت ہو گیا جبکہ تم اس دربار میں طلب کئے گئے)

**تیسری سزا:۔** عتاب الٰہی۔ جو اس وقت تم پر ہو رہا ہے اور جس کی یاداشت
تمہیں ہمیشہ خون کے آنسو رلائے گی۔

**چوتھی سزا:۔** ستر عورت کی معلومات۔ کہ یہ میرے خلیفہ آدمؑ کے لئے سخت
ممنوع تھی۔ (اس پر بھی عملدرآمد ہو چکا ہے)

**پانچویں سزا:۔** تم سے اور تمہاری اولاد سے شیطان الرجیم کی عداوت قیامت
کے دن تک۔

**چھٹی سزا:۔** آدم (آدمی) کے نام کے ساتھ لفظ عاصی کا اضافہ کہ یطور

تاج عصیاں آدم کے ساتھ رہے گا۔

ساتویں سزا۔ تمہاری اور حوّا کی مفارقت اور اُس کا دلخراش صدمہ تمہارے قلب پر۔

آٹھویں سزا۔ تمہاری ہر حرکت پر شیطان کو آزادی. کہ وہ تمہیں اور تمہاری اولاد کو صراط مستقیم سے ہٹانے کی کوشش کرے۔

نویں سزا۔ تم کو اور تمہاری اولاد کو دُنیا کی مصیبتوں اور ہولناک تکلیفوں کا سامنا۔

دسویں سزا۔ تلاش معاش کی سوہان روح بننے والی تکلیف جس سے تم آج تک بے نیاز تھے۔

یہ حکم سنانے کے بعد چند ملائکہ کو حکم دیا گیا کہ آدمؑ کو زمین پر پھینکدو تاکہ یہ اپنے کئے کی سزا پا سکیں۔ چنانچہ فرشتوں نے تعمیل ارشاد کی اور ہمارے مخلص اور دیرینہ کرم فرما آدم آسمان سے ٹپکا دیئے گئے۔ اور بیچارے کوہ سراندیپ پر آگرے۔

## حوّاؑ کی سزا

آدمؑ کے مقدمہ کا فیصلہ سنانے کے بعد بی بی حوّاؑ طلب کی گئیں ارشاد ہوا۔

اے حوا تم جانتی ہو کہ اس معاملہ میں آدم سے زیادہ تم قصور دار ہو۔ اور تمہیں نے آدم کو مجبور کر کے وہ پھل کھلایا آدم کو محض اس جرم میں سزا دی گئی کہ باوجود ہماری ممانعت کے تمہاری تحریک سے وہ مجبور ہو گئے اور انھوں نے تمہارا کہنا ماننے وقت

نہ سوچا کہ ان کے پروردگار کے احکام کی نافرمانی ہو رہی ہے چونکہ تم آدم سے زیادہ قصوروار ہو اس لئے تمہارے واسطے ہم ذیل کی سزائیں تجویز کرتے ہیں۔

**پہلی سزا۔** جنت اور اس کی نعمتوں سے محرومی کے بعد دنیا کی مصیبت جس سے قیامت تک تمہاری اولاد کو چھٹکارا نہ مل سکیگا۔

**دوسری سزا۔** دنیا میں رہنے کے بعد ہر مہینہ کی ایک ایسی مصیبت جس کی ناپاکی سے تم کئی دن پریشان رہو۔ اور عبادت سے محروم۔

**تیسری سزا۔** حمل کی موجودگی میں روحانی اور جسمانی تکالیف جس سے زندگی میں بار بار پالا پڑے گا۔

**چوتھی سزا۔** وضع حمل کی ایک ایسی سخت تکلیف جس کے سامنے دنیا کی تمام جسمانی تکلیفیں ہیچ ہیں۔

**پانچویں سزا۔** مرد کی مستقل محکومیت اور غلامی جس سے تازندگی چھٹکارا نہ مل سکے گا۔

**چھٹی سزا۔** مرد کو اختیار طلاق تاکہ وہ کسی حال میں تمہارا محکوم اور مطیع قرار نہ پائے۔

**ساتویں سزا۔** طلاق یا بیوگی کے بعد ایک ایسی مدت کا قرار جس میں تمہیں دنیا کے لذائذ سے محرومی رہے۔

**آٹھویں سزا۔** مرد کے مقابلہ میں تمہارا حق میراث جو مرد کے مقابلہ میں ہر لحاظ سے کم ہو۔

**نویں سزا۔** تم اور تمہاری بیٹیاں قیامت تک پیغمبری سے محروم اور اس کی نااہل رہیں گی۔

دسویں سزا:۔ جمعہ کی نماز اور اس کے انمول ثواب سے محرومی تاکہ ہر ہفتہ اپنا کبیرہ گناہ کو یاد کرسکو۔

گیارہویں سزا:۔ جہاد کی شرکت میں حاصل ہونے والے فضائل اور ان کے ثواب سے محرومی۔

بارہویں سزا:۔ نقصان عقل۔ کہ اس میں ہمیشہ مرد کا دست نگر بن کر رہنا پڑے گا۔

تیرہویں سزا:۔ دین اور مذہب کی عملی خدمتوں سے اندرونی قوتوں کا فقدان ہونے کے باعث محرومی یا کمی۔

چودہویں سزا:۔ شہادت اور گواہی کے وقت کی ذلت کہ تمہاری شہادت مرد کے مقابلہ میں کمزور ہوگی۔

پندرہویں سزا:۔ مرد کے مقابلہ میں ہر قسم کی عزت و عظمت کی کمی تاکہ ہر وقت تمہارا یہ زبردست گناہ تمہارے سامنے رہے۔

یہ حکم سنانے کے بعد بارگاہ نے چند ملائکہ کو حکم دیا کہ حوّا کو زمین پر پھینک دو تاکہ یہ اپنے کئے کی سزا پاسکیں۔ چنانچہ فرشتوں نے حکم خداوندی کے ماتحت بیچاری بی بی حوّا کو آسمان سے نیچے ڈال دیا اور وہ برعایت خداوندی زندہ سلامت جدہ کی سرزمین پر آپڑیں۔ اور حضرت آدمؑ کو فراق کی سزا جو دی گئی تھی اس پر عملدرآمد ہوگیا۔ یعنی آدمؑ کوہ سراندیپ میں پھینکے گئے اور بی بی حوّا جدہ میں۔

## طاؤس کی سزا

بی بی حوّا کا مقدمہ ختم ہونے کے بعد طاؤس پیش ہوا۔ حکم ہوا۔

اُے طاؤس تیری خطا گو زیادہ نہیں ہے لیکن یہ قصور کسی طرح معاف نہیں کیا جا سکتا کہ تو نے ہماری ممانعت علم کے باوجود کسی غیر کو جنت میں جانے کا موقع دیا۔ حالانکہ تو واقف تھا کہ جنت میں ساکنان فردوس کے علاوہ کسی غیر کو جانے کی اجازت نہیں ہے بس تیرے اس قصور کے عوض ہم حسب ذیل سزائیں تجویز کرتے ہیں۔

**پہلی سزا۔** اخراج جنت کے بعد تیرے جسم کی تمام خوبصورتی واپس لے لی جائے اور نشانی کے طور پر کہیں کہیں اس کی یادگار باقی رہے۔

**دوسری سزا۔** تیرے چھ سو بازو ہیں ان سب کو واپس لے کر صرف دو بازو تیرے پاس باقی رہنے دیئے جائیں۔

**تیسری سزا۔** چونکہ تیرے پیر گناہ کی معاونت کے لئے حیہ کے پاس گئے تھے اس واسطے ان کی خوبصورتی سلب کر کے بدصورت کر دیا جائے۔

فیصلہ سنانے کے بعد پروردگار نے چند فرشتوں کو حکم دیا کہ طاؤس کو آسمان سے زمین پر گرا دو تاکہ یہ اپنے کئے کی سزا پائے۔ چنانچہ طاؤس ہدایت خاص کے مطابق زمین پر پھینک دیا گیا اور یہ بیچارہ ملک حبش میں آکر گرا۔

یہاں مجھے ایک بات اور عرض کرنی ہے۔ بعض انسانی مورخین نے لکھا ہے کہ طاؤس کابل میں آکر گرا تھا۔ لیکن میری تحقیقات کا ماحصل یہ ہے کہ وہ حبش میں آیا۔ بہر حال میں انسانی مورخین کی اس معاملہ میں تردید مناسب

نہیں سمجھتا کیونکہ اس وقت میں خود آسمان پر تھا اور میں نے اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی تھی کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر غور کروں اگر اس وقت یہ خیال ہوتا کہ ایک نہ ایک دن مجھے اپنی سوانح عمری لکھنی پڑے گی اور اس میں یہ چھوٹی چھوٹی باتیں بھی درج کرنی پڑیں گی۔ تو میرے لئے اس وقت کی تحقیقات کچھ مشکل نہ تھی۔ ذرا سی دیر میں معلوم کر سکتا تھا بہرحال یہ ایسی اہم بات نہیں ہے جس کے لئے تحقیقات کرنے کی ضرورت ہو۔ اگر انسانی مورخ یہ ہٹ دھرمی کریں کہ وہ کابل میں گرا تھا تو بہت اچھا۔ نیاز مند کو کیا غرض پڑی ہے کہ اس کی تردید کرتا پھرے۔ بہرحال یہ یقینی بات ہے کہ اُسے فیصلۂ خداوندی کے بعد زمین پر پھینک دیا گیا۔

## حیّہ کی سزا

مور (طاؤس) کا مقدمہ طے ہونے کے بعد حیہ (سانپ) کی باری آئی یہ بے حد حسین جانور تھا۔ تمام جسم پر نہایت ہی دل فریب رنگ کے پر تھے اور چار پیروں سے چلتا تھا۔ موجودہ وقت کی حالت اور جسم سے کہیں زیادہ بڑا اور پیارا قد تھا۔ اس کے جسم اور منہ سے مشک اور عنبر کی خوشبو آیا کرتی تھی جس طرف سے نکل جاتا تھا اپنے پیچھے خوشبوؤں کی ایک سرور انگیز دنیا چھوڑ جاتا تھا۔ جنت میں اپنے مخصوص امتیازات کے باعث بہت ہی معزز اور ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ جنت کے تمام باشندے حیہ کی دوستی کو اپنے لئے باعث فخر جانتے تھے۔ آج بیچارہ نیاز مند کی دوستی کے باعث ملزم کے کٹہرے میں کھڑا اپنے مقدر کا فیصلہ سننے . . کا . . . منتظر تھا۔ بارگاہ انصاف سے آواز آئی۔

حیّہ! ہم نے تجھے اپنے بہت سے بندوں سے زیادہ حُسنِ صورت دیا۔ طرح طرح کی نعمتیں تجھے بخشیں۔ عزت دی عظمت دی اور اپنی لاتعداد مہربانیوں سے مالامال کیا۔ لیکن تو نے ان کی کوئی قدر نہیں کی۔ اور باوجود ہمارے امتناعی احکام کے تو نے غیر کو جنت میں لے جانے کا گناہ کیا۔ حالانکہ تو لیجاتے وقت بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ سوائے ساکنان فردوس کے ہماری اجازت دیئے بغیر کوئی شخص داخل جنت نہیں ہوسکتا۔ مگر تو نے اس کی کوئی پروا نہیں کی۔ اور یہ خیال کرلیا کہ ہم تیری غداری کا حال نہ جان سکیں گے اس واسطے ہم تیرے لئے حسب ذیل سزائیں تجویز کرتے ہیں۔

**پہلی سزا:۔** اخراج جنت کے ساتھ ہی تیرا تمام حُسن صورت واپس لیکر تیرا چہرہ مسخ کردیا جائے۔

**دوسری سزا:۔** جن پیروں کے ذریعہ تو غیر کو لے کر جنت میں داخل ہوا وہ واپس لے لئے جائیں تاکہ آئندہ پیٹ کے بل گھسٹے۔

**تیسری سزا:۔** جس مُنہ میں بٹھا کرلے گیا تھا وہاں بجائے انوار کے زہر ہلاہل بھر دیا جائے۔

مقدمہ کا فیصلہ اور سزا کا حکم سنا کے بعد اللہ تعالےٰ نے چند ملائکہ کو حکم دیا کہ حیّہ کو سزائیں بھگتنے کے لئے زمین پر پھینکدو۔ چنانچہ حیّہ صاحب بصد حسرت دیاس جسم کی ظاہری و باطنی خوبصورتی کھوکر اور پیروں سے بے نیاز زمین پر گھسٹ گھسٹ کر چلنے کے لئے اس دارالمحن اور دارالسزا میں آگئے جہاں انسان اپنے عیش و آرام کے ذرایع تلاش کرتا رہتا ہے

یہ بیچارے اصفہان میں آکر گرے۔ اور دنیا کے لئے درس عبرت بن کر
اپنی اولاد در اولاد کی صورت میں آج تک زندہ ہیں۔

## انجیر اور عود کی سزا

چونکہ ان دونوں درختوں نے بھی گناہ گار آدمؑ کی امداد کی تھی اور
یہ امداد پروردگار کا حکم حاصل کئے بغیر ہوئی تھی اس واسطے حیّہ کے بعد یہ
دونوں بھی بصورت ملزم پیش ہوتے۔ اور چونکہ ان کے گناہ زیادہ وزنی
نہ تھے اس واسطے صرف اخراج جنت ہی پر اکتفا کیا گیا۔

## میری سزا

ناانصافی ہوگی اگر اس سلسلہ میں اُن سزاؤں کا ذکر نہ کروں جو
میرے لئے تجویز کی گئیں۔ اس کے علاوہ اِن سزاؤں کا ذکر چھوڑ کر حضرت
انسان کی طرح فن تاریخ نویسی کا گلا گھونٹنے کا جرم بھی کرونگا۔ پس ضرور
ہے کہ میں اپنے مقدمہ کی کیفیت بھی درج کروں۔

چونکہ گیہوں کھلانے کے سلسلہ میں میرا ہاتھ بھی تھا اسواسطے
اسی ضمن میں میرا مقدمہ بھی پیش ہوا۔ بارگاہ حقیقی نے فیصلہ صادر فرمایا
کہ میرے لئے حسب ذیل سزائیں تجویز ہوئی ہیں۔

**پہلی سزا:۔** روئے زمین کی سلطنت جو ہم نے پیغمبری کے اعزاز کیساتھ
بخشی تھی واپس لی جائے (عملدرآمد ہوچکا)

**دوسری سزا:۔** جنت سے اخراج اور در جنت ہمیشہ کے لئے ممنوع (اس
سزا پر بھی تقریباً عمل ہوچکا ہے)

تیسری سزا۔ وہ حُسن صورت جس کو تمام فرشتوں پر فضیلت تھی واپس لیکر صورت مسخ کی جائے (عملدرآمد ہو چکا)

چوتھی سزا۔ سابقہ نام عزازیل تبدیل کر کے رسوائی اور ذلت کے لئے "ابلیس" نام تجویز کیا گیا۔ (عملدرآمد ہو چکا)

پانچویں سزا۔ آئندہ ہونے والے تمام شیاطین اور اشقیا کی پیشوائی کا بدنما داغ۔

چھٹی سزا۔ قیامت تک کے لئے مستحق لعنت۔ تاکہ قدم قدم پر اپنا گناہ کبیرہ یاد کر سکے۔

ساتویں سزا۔ مغفرت کے تمام دروازے اور اسباب ہمیشہ کے لئے بند کر کے محروم شفاعت کیا جائے۔

آٹھویں سزا۔ توبہ کرنے کی گنجائش ہی نہ رکھی جائے اور ہمیشہ کے واسطے در توبہ بند کر دیا جائے۔

نویں سزا۔ آج سے قیامت تک پیدا ہونے والی قوموں کے گناہوں میں برابر کا شریک اور لائق سزا۔

دسویں سزا۔ خطیب اہل النار کا بدنام کن خطاب جو پیشانی پر سیاہ داغ کی صورت میں نظر آئے گا۔

یہ تھیں میری سزائیں۔ خیر یہ تو ہونے والی بات تھی۔ مجھے اس کا غم نہیں کیونکہ یہ تو میں اسی وقت جانتا تھا جب گیہوں کھلانے اور آدمؑ سے انتقام لینے کے منصوبے باندھ رہا تھا۔ البتہ اس ضمن میں یہ بتانا ضروری ہے کہ اس فیصلہ کے بعد مجھے آسمان سے نیچے پھینکدیا گیا۔ اور بصرہ میں آکر گرا۔ بعض ہندوستانی مورخین کا خیال ہے کہ میں مثنیہ میں آکر گرا تھا

لیکن آپ خود ہی انصاف سے کہئے کہ اپنی جگہ کو میں زیادہ بہتر جان سکتا ہوں یا یہ اَن دیکھی باتیں لکھنے والے۔ اور پھر سچ پوچھئے تو دنیا کی یہ پہلی جگہ کم از کم میرے لئے تو بہت ہی اہم ہے اسے کیونکر بھول سکتا ہوں۔

# ہم سب کی ایک دوسرے سے مخالفت

ان تغیرات اور تباہیوں کے بعد ضروری تھا کہ ہم سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ کر اس بربادی کا سبب تلاش کرتے اور سبب معلوم ہونے کے بعد یہ بھی لازمی امر تھا کہ جس کے باعث تباہی آئی ہے اس سے بغض پیدا ہو اور اس کے خلاف انتقام کا جذبہ پیدا ہو جائے۔

## آدمؑ و حوّا کا جذبہ انتقام

**آدم کی مجھ سے مخالفت** یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ آدمؑ اور ان کی اولاد مجھ پر کتنی مہربان ہے۔ آدمؑ و حوّا کا خیال تھا کہ ان کی تباہی کا اصلی سبب میری ذات ہے۔ چنانچہ وہ اپنی زندگی بھر مجھ پر لعنت ملامت کرتے رہے اور اب ان کی اولاد بھی مجھ غریب کو گالیاں اور کوسنے دیئے بغیر نہیں رہتی۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ میں نے آدمؑ کے ساتھ کوئی خاص دشمنی نہیں کی تھی۔ بلکہ جو کچھ بھی کیا تھا وہ جذبہ انتقام کا کارنامہ تھا۔ کیونکہ در اصل آدمؑ ہی میری تباہی کا باعث ہوئے تھے نہ وہ پیدا ہوتے اور نہ سجدہ کا جھگڑا پڑتا۔ اس واسطے میں نے جو کچھ کیا وہ آدمؑ کی مخالفت کے لئے نہیں بلکہ انتقام لینے کے لئے۔ کیونکہ جب آدمؑ کی وجہ سے میں تباہ و برباد ہوا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ چین کی زندگی گذارتے اور یہی نہیں بلکہ قیامت تک کوشش کروں گا کہ آدمؑ کی اولاد چین سے نہ بیٹھ سکے۔ اور شاید آدمؑ کی اولاد بھی مجھے اسی طرح کوستی رہے گی۔

**آدمؑ کی بھوریسے مخالفت** دنیا سمجھتی ہے کہ بھولے بھالے آدمؑ نے

اور ان کی اولاد نے مور کو بے قصور سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اور اس سے کوئی بدلہ نہیں لیا۔ لیکن اس چیز پر آج تک کسی نے غور نہیں کیا کہ آدمؑ کی اولاد بلی اور کتا جیسے غلیظ جانور تو پالنا گوارا کرتی ہے اور تقریباً ہر دس پانچ گھروں کے بعد ایک گھر میں ضرور ہی یہ جانور ملے گا۔ لیکن مور بیچارہ جنتی حُسن کھونے کے بعد بھی دنیا کے ہزاروں لاکھوں جانوروں سے زیادہ حسین ہے مگر آدمؑ کی اولاد اُسے اپنے قریب رکھنا گوارا نہیں کرتی اور یہ بیچارہ جنگلوں میں بھٹکتا پھرتا ہے۔

**آدمؑ کی سانپ سے مخالفت** ہاں! سانپ سے آدمؑ اور ان کی اولاد نے جی کھول کر بدلہ لیا ہے۔ اور اُسے موذی قرار دے کر قتل الموذی قبل الایذا پر عملدر آمد شروع کر دیا ہے آدمؑ اور ان کی اولاد کا خیال ہے کہ اگر حیہ امداد نہ کرتا تو شیطان جنت میں داخل ہو کر اس تباہی میں کامیاب نہ ہوتا۔ اس واسطے حیہ سب سے بڑا خطاوار ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ سزا کا مستحق ہے۔ چنانچہ آدمؑ کی اولاد نے دنیا میں یہ رواج قایم کر دیا ہے کہ حیہ کی اولاد جہاں نظر آئے جان سے مار دو ہرگز ہرگز رعایت نہ کرو۔

**آدمؑ کی انجیر اور عود سے دوستی** چونکہ انجیر اور عود نے آدمؑ سے ہمدردی کی تھی۔ اس واسطے آدمؑ کی اولاد ان دونوں کو اپنا دشمن نہیں سمجھتی بلکہ ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتی ہے۔ اور اگر انجیر و عود کو آدمؑ کے ذریعہ نقصان نہ پہونچتا اور وہ آدمؑ کی بدولت جنت سے نہ نکالے جاتے یا اُن میں آدمؑ کے خلاف کوئی جذبہ نہ ہوتا تو یقیناً یہ دونوں چیزیں آدمؑ اور ان کی اولاد کیلئے بے انتہا

فوائد بخشتیں لیکن افسوس ہے کہ انجیر اور عود کا دل آدمؑ کی طرف سے صاف نہیں ہے۔ اور انہیں یقین ہے کہ ان کی تباہی کا باعث آدمؑ ہی ہے لہذا ان دونوں نے اپنے بے شمار فوائد کا اظہار ہی نہ ہونے دیا۔

## مور کا جذبۂ انتقام

مور کا خیال ہے کہ وہ بیچارہ بن آئی مارا گیا۔ نہ وہ کسی کی بھلائی میں تھا نہ برائی میں۔ لیکن غور کیا جائے تو اس کا جرم سب سے زیادہ اہم اور ناقابل معافی ہے۔ اُس نے اجنبی کی باتوں پر غور کیا تھا اور پھر جنت میں جاکر اپنے اثر سے کام لیا اور حیہ کو اس بات کی ہدایت کی تھی کہ وہ اجنبی شخص کو جنت کی سیر کرادے۔

دنیا میں آنے کے بعد طاؤس (یعنی مور) کی بھی رگ انتقام بھڑک اُٹھی۔ اس نے سوچا کہ حیہ مجھ سے زیادہ سمجھدار تھا پھر اس نے ایسی حرکت ہی کیوں کی اور کیوں اجنبی کے متعلق تحقیقات نہ کی۔ مگر چونکہ بیچارہ کی نعمتیں سلب کر کے جنت سے علیحدگی ہوئی تھی اس واسطے اس نے محسوس کیا کہ آدم وحوا سے انتقام لینے کی مجھ میں قدرت نہیں تاہم اس کے انتقام کا نتیجہ حسب ذیل رہا۔

**مور کی آدمؑ وحواؑ سے مخالفت** چونکہ آدمؑ سے انتقام کی قوت اسمیں نہیں رہی تھی لہذا یہی بہتر سمجھا کہ اس مٹی کے تپلے سے دور جنگلوں اور بیابانوں میں زندگی گذار دے اور جب رات کو تین بجے کے قریب آدمؑ اور ان کی اولاد نیند کی روح پرور راحتوں میں کھوری ہو تو چیخ چیخ کر اُن کی نیندیں حرام کردے۔ چنانچہ آج کے

... دن تک طاؤس کی اولاد اس پر عمل کرتی ہے۔ اور رات کے آخری حصہ میں جو نیند کا بہترین وقت ہے چیخ چیخ کر اولاد آدم کو آرام کرنا حرام کر دیتی ہے۔ دنیا کے مختلف حصوں میں جہاں جہاں طاؤس کی اولاد بکثرت آباد ہے وہاں کے باشندے اس بات کو سمجھتے ہوں گے کہ پچھلے پہر طاؤس کی اولاد انکی میٹھی نیند کو کس طرح برباد کیا کرتی ہے۔

**مور کی حیہ سے مخالفت** } البتہ حیہ چونکہ خود بے طاقت ہو کر جنت سے نکالا گیا ہے۔ اس واسطے آج کے دن تک طاؤس کی اولاد حیہ کی اولاد سے برسر پیکار ہے۔ اور دیکھنے والے ہمیشہ دیکھتے رہے ہیں کہ مور کسی حالت میں بھی سانپ پر رحم نہیں کرتا بلکہ مزید احتیاط اور انتقام کی شدت بڑھانے کے لئے طاؤس کی اولاد نے حیہ کی اولاد کو اپنی مرغوب غذاؤں میں شامل کر لیا ہے تاکہ طاؤس کی اولاد سے کسی وقت بھی یہ جذبۂ انتقام و مخالفت دور نہ ہو سکے اگر کسی کو مور اور سانپ کی دشمنی میں شک ہو تو وہ ہر وقت تجربہ کر سکتا ہے۔ مور کے سامنے سانپ کو چھوڑ دیجئے۔ پھر سانپ کے بچنے کی کوئی صورت ہی نہیں رہے گی۔

**مور کی انجیر اور عود سے مخالفت** } جن لوگوں کو اس تجربہ کا موقعہ ملا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ مور انجیر اور عود کے قریب ہو کر بھی نہیں گزرتا۔ یہی نہیں بلکہ اگر انجیر کے پتوں کی دھونی مور کو دی جائے تو وہ بیمار ہو جائے گا اور اس کا جانبر ہونا مشکل ہو جائے گا۔

دوسرا تجربہ اس سلسلہ میں اس طرح ہو سکتا ہے کہ اگر مور کو مجبوراً

انجیر کے قریب رہنا پڑے اور اس سے دور رہنے کی صورت نہ رہے تو مور انجیر کے تمام پتے نوچ نوچ کر پھینک دیگا۔ اور درخت کو جہاں تک نقصان پہونچا سکے گا پہونچادے گا۔

**مور کی مجھ سے مخالفت** البتہ مور بیچارہ مجھ سے انتقام لینے کے لئے بڑا بیتاب ہے ہزار جتن کے باوجود مجھ پر قدرت نہ پا سکا۔ جنگل میں جب کہیں میری اور اس کی مڈبھیڑ ہو جاتی ہے تو بے تحاشا میرے پیچھے دوڑتا ہے۔ اور جب میں اسکی بے بسی اور ناکامی دیکھکر ایک ہلکا سا چپت اس کے رسید کر دیتا ہوں تو بری طرح چیخ چیخ کر سارے جنگل کو سر پر اٹھا لیتا ہے۔ یہ آواز سن کر اسکی ساری برادری مجھے زور زور سے گالیاں دیتی ہے اور اس طرح تھوڑی دیر کے لئے وہ جنگل میدان جنگ کے شور کا منظر پیش کر دیتا ہے۔

## حیّہ کا جذبۂ انتقام

حیہ بیچارہ بھی بے سر و سامان ہی خُلد سے نکالا گیا تھا۔ البتہ اس کے منھ میں بجائے انوار کے زہر ہلاہل جو بھر دیا گیا تھا وہ اس کے کام آگیا۔ اور صرف یہی ایک ذریعہ انتقام لینے کا اُس کے پاس تھا۔ اب اس زہر سے جو کچھ وہ کام لے سکتا تھا لیتا ہے۔ لیکن جہاں یہ زہر بھی ناکارہ ثابت ہو جائے اس جگہ سانپ بے چارہ اپنی بے بسی پر بل کھاتا نظر آتا ہے۔

بہشت سے نکالی ہوئی دوسری مخلوق کی طرح حیہ اور اس کی اولاد بھی آدم اور آدم زاد کی زبان سمجھتی ہے۔ چنانچہ آجکل بھی عام طور پر

لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ سانپ انسان کی گفتگو سمجھ لیتا ہے۔

پرانی عورتیں اس راز کو خوب جانتی ہیں۔ جب اُن کے گھر میں سانپ نکل آئے اور وہ امداد کے لیئے اپنے مردوں کو آواز دیں تو یہ نہیں کہتیں کہ سانپ نکلا ہے۔ بلکہ نہایت اطمینان کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یا تو اُس کا نام "رسی" لیتی ہیں یا لمبا کیڑا۔ کیونکہ اُن کا عقیدہ ہے کہ اگر سانپ کا ذکر سانپ کے سامنے صاف لفظوں میں کیا جائے تو وہ سمجھ جاتا ہے اور پھر بار نہیں کھاتا۔

بہت عرصہ ہوا آدمؑ کی اولاد نے اپنی نسل میں حیہ کی اولاد سے مخالفت اور "انتقام" کے جذبہ کو مستقل قائم رکھنے کی ایک صورت نکالی تھی اور وہ نہایت ہی کارگر رہی۔ مثلاً یہ کہ ہر مہینہ یا ہر سال ایک دن ایسا مقرر کیا جاتا تھا کہ کنبہ قبیلہ کے لوگ ایک جگہ جمع ہو کر "سانپ" کی بُرائیاں اور نسل آدم سے اس کی مخالفت کے واقعات بیان کیا کرتے تھے تاکہ اُنکی اولاد اور آئندہ آنے والی نسلوں کے ذہن میں بھی حیّہ سے انتقام لینے کا پورا جذبہ قائم رہے۔ چنانچہ آپنے دیکھا ہوگا کہ آج کل بھی اولاد آدم میں وہی دستور چلا آرہا ہے۔ اگر کسی نے ایک مرتبہ سانپ کا ذکر چھیڑ دیا تو پھر گھنٹوں اسی کا ذکر رہتا ہے۔ طرح طرح کے واقعات سنائے جاتے ہیں۔ سب حاضرین نہایت شوق کے ساتھ سنتے ہیں۔ اور آخر کار اُن کے دماغوں میں یہ خیال پوری طرح گھر کر گیا کہ سانپ ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے لہذا اسے جہاں دیکھو ہلاک کر دو۔

## حیہؑ کی آدمؑ سے مخالفت

یہ حالت دیکھکر سانپوں نے بھی اپنے قومی جلسہ میں غور کیا اور بالاتفاق یہ

رائے قرار پائی کہ حیّہ کی اولاد کو بھی اِسی پر عمل کرنا چاہیئے۔ طمانچہ کا جواب طمانچہ سے دینا ہم سب کا فرض ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی آدمؑ کی اولاد کے ساتھ کوئی رعایت نہ رکھیں اور جب موقع ملے اُسے ہلاک کرتے رہیں۔ جب اس نے ہمارے نونہالوں کو موت کے گھاٹ اتارنا شروع کردیا ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس مفسد مخلوق کے ساتھ کوئی رعایت روا رکھیں۔ ہماری قوم کے بچہ بچہ کو ہماری "انسان کش انجمن" کا ممبر ہونا چاہیئے۔ اور آج ہی سے اس پر عملدرآمد شروع کردیا جائے تاکہ آدمؑ کی اولاد دیکھ لے کہ حیّہ کی اولاد اُس سے کسی طرح کمزور نہیں ہے۔

چنانچہ آج کل حیّہ کی اولاد اس ریزولیشن پر عمل کر رہی ہے۔ اور جہاں کہیں انسان پر اُس کا قابو چلتا ہے ایسا میٹھا پیار کرتی ہے کہ بیچارہ انسان اس سرور اور خمار سے قیامت تک ہم آغوش رہتا ہے۔

**حیّہ کی طاؤس سے مخالفت** } طاؤس جیسے سخت جان کے لئے وہ "زہر" امرت بن جاتا ہے اسواسطے حیہ کی اولاد کے پاس اور کوئی ذریعہ ہی نہیں کہ وہ طاؤس کی اولاد سے انتقام لے سکے۔ مگر جب کبھی حیّہ کی اولاد کو موقع ملتا ہے مورنی کے انڈے توڑ پھوڑ جاتی ہے اور یہی اس کے اختیار میں بھی ہے اس سے زیادہ حیہ کی اولاد طاؤس کی اولاد کے ساتھ کچھ نہیں کرسکتی۔

**حیّہ کی انجیر اور عود سے مخالفت** } ان میں اگر مخالفت ہوتی تو غلط ہوتی اس لئے کہ انجیر وغیرہ تو بیچارے بن آئی مارے گئے۔ اس واسطے سانپ نے کبھی اس طرف توجہ نہیں کی اور ان دونوں درختوں کو بے قصور سمجھکر چھوڑ دیا۔

**حیّہ کی مجھ سے مخالفت** یہی حال میرے ساتھ ہے۔ کیونکہ اس بیچارہ کا مجھ پر بھی کوئی بس نہیں چلتا لے دیکے وہی زہر۔ اور وہ میرے لئے بیکار۔ مجھے موت سے کیا واسطہ اور اگر موت میرے لئے ہوتی بھی تو میں اس حقیر مخلوق سے کب دبنے والا ہوں۔ چنانچہ سوائے اس کے کہ اس نے اور اس کی اولاد نے اپنے دشمنوں میں میرا نام لکھ رکھا ہے۔ اور کوئی نتیجہ ہی نہیں نکلتا۔

## انجیر اور عود کا جذبۂ انتقام

یہ دونوں درخت بھی صرف آدمؑ کی بدولت جنت سے نکالے گئے مگر افسوس ہے کہ ان دونوں کے پاس ایسی کوئی طاقت نہیں جس کی بنا پر یہ کسی سے انتقام لے سکیں۔ تاہم جو کچھ بھی ہے اس سے یہ دونوں ہرگز نہیں چوکتے۔ مثلاً :-

**انجیر کی آدمؑ وحوا سے مخالفت** غور کیجئے کہ جنت سے آیا ہوا میوہ انجیر مگر دنیا کے بازار میں کتنا بے اثر۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ انجیر نے اپنا ذائقہ سلب کر لیا ہے اور انسان آج تک محسوس ہی نہیں کر سکا کہ انجیر میں کس قدر حیرت انگیز ذائقہ ہے۔ اس کا تجربہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ کوئی شخص بازار سے انجیر خریدے اور اس کو دس حصوں میں تقسیم کر کے الگ الگ رکھ لے۔ روزانہ ایک حصہ کھا لیا کرے۔ وہی ایک قسم کا انجیر دس دن میں دس ذائقے دے گا۔ مگر پھر بھی حقیقی حلاوت انسان محسوس نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ وہ انجیر نے خود سلب کر لی ہے۔ اور نہیں چاہتا کہ آدم زاد اس کی اصل کیفیت سے آگاہ ہو۔ یہی حال عود کا ہے اس نے

بھی اپنے خاص اثرات خارج از وجود کر دیئے ہیں تاکہ وہ انسان جسکے باعث عود کو جنت سے نکلنا پڑا۔ اس کے حقیقی فائدوں سے مستفید ہو سکے

**انجیر کی طاؤس سے مخالفت** چونکہ انجیر موجودہ دنیا میں ظاہری جان نہیں رکھتا اس واسطے اس کی قوت انتقام محدود ہے تاہم انجیر کے درخت کا ریزہ ریزہ مور کا دشمن ہے اور مختلف طریقوں سے مور کو نقصان پہونچا دیتا ہے۔

**انجیر کی حیہ سے مخالفت** یہی حال حیہ کے ساتھ ہے۔ اگر سانپ کو کسی ہانڈی میں بند کر دیا جائے اور اس ہانڈی میں انجیر کے درخت کی جڑ (کچل کر) ڈال دی جائے اور پھر ہانڈی کا منھ اس طرح بند کر دیا جائے کہ اس میں زیادہ ہوا نہ جا سکے تو صرف ایک گھنٹہ کے اندر اندر سانپ مر جائے گا۔ اور نئی بات یہ ہوگی کہ سانپ سکڑ کر پہلے سے نصف رہ جائے گا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انجیر کے درخت کی جڑ سانپ کو بہت تکلیف دیکر مارتی ہے۔ ورنہ سانپ کے سکڑنے اور چھوٹا ہو جانے کی کوئی وجہ نہیں۔ اسی طرح عود کی لکڑی کو جلا کر اس کی راکھ سانپ کے منھ میں بھر دی جائے ایسے کہ وہ راکھ کم از کم بیس منٹ سانپ کے مونھ میں رہے تو یہ راکھ اس کے مونھ کا تمام زہر خود پی کر اسے نہتا اور نکما بنا دے گی۔ سانپ لاکھ کوشش کرے لیکن وہ راکھ کے اس عمل کو نہیں روک سکتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ زہر دوبارہ اس کے منھ میں پیدا ہو جائے۔ لیکن ایک بار تو یہ راکھ اسے ناکارہ کر ہی دیتی ہے۔

**انجیر کی مجھ سے مخالفت** آپ سن کر حیران ہوں گے۔ انجیر کبھی کبھی

مجھ سے بھی انتقام لے لیتا ہے۔

بات یہ ہے کہ مجھے ہمیشہ سے انجیر بہت مرغوب ہے جب میں جنت میں تھا تب بھی یہ میوہ مجھے بہت پسند تھا۔ اور آج بھی میری رغبت کا وہی حال ہے۔ جب کہیں انجیر کا درخت دیکھتا ہوں اور اس میں پھل نظر آتا ہے تو میں بے چین ہو جاتا ہوں اور جب طبیعت نہیں مانتی تو دو چار پھل توڑ کر کھا لیتا ہوں۔

جانتا ہوں کہ دنیا میں آنے کے بعد یہ میوہ مجھے کبھی راس نہیں آیا لیکن کیا کروں نیت نہیں مانتی۔ دن میں ہزار مرتبہ تکلیف اٹھاتا ہوں پریشان ہو جاتا ہوں مگر انجیر کھانے کی عادت نہیں جاتی۔ اور انجیر بھی ایسے انتقام پر تلا ہوا ہے کہ خدا کی پناہ۔ ادہر میں نے کھایا ادہر پیٹ میں بھٹی جلنی شروع ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کسی نے بھٹی میں ایک اور بھٹی جلا دی۔ درد بھی اس بلا کا ہوتا ہے کہ میں بھاگا بھاگا پھرتا ہوں۔ اور یہ انجیر میرے پیٹ میں جانے کے بعد چاروں طرف کودتا ہے تاکہ مجھے اندرونی تکلیف پہونچے اور میں پریشان ہو جاؤں۔ میں جانتا ہوں کہ اس درد کی دوا کے لئے جنت میں ایک پیڑ ہے۔ اگر اس درد کے وقت وہ پتے کھائے جائیں تو سکون ہو جاتا ہے لیکن کیا کروں جب انجیر کھاتا ہوں اور یہ پیٹ میں کود کر سخت بے چینی کا درد پیدا کرتا ہے تو میں گھبراہٹ کے عالم میں آسمان کی طرف دوڑتا ہوں تاکہ جنت سے وہ پتے لا کر کھاؤں مگر جب آسمان کے قریب پہونچ جاتا ہوں تو فرشتے میرے منھ پر آگ پھینکتے ہیں اور گرز مارتے ہیں۔ ناچار اپنا ارادہ ملتوی کر دیتا ہوں اور کراہتا ہوا واپس آجاتا ہوں۔ آخر کار لوٹتے پیٹتے درد کی مدت پوری کرنی پڑتی

ہی ہے۔

نوٹ:۔ "رات کے وقت آسمان پر تاروں کا ٹوٹتا ہوا نظر آنا علامت ہے، اس بات کی کہ میں اُس وقت پیٹ کے درد کا علاج کرنے کے لئے آسمان کی طرف پرواز کرتا ہوں مگر فرشتے مجھ پر آگ کی بارش کر دیتے ہیں۔ یہ عمل دن میں بھی اکثر ہوتا ہے لیکن دُنیا کا انسان تیز نظر نہ ہونے کے باعث دن میں آسمانی آگ، کا نظارہ نہیں کر سکتا۔"

# میری شیطنت کا بچپن

کتاب کے شروع ہی میں الٹی میٹم دے چکا ہوں کہ میں صرف اپنی زندگی کے حالات لکھوں گا۔ اس واسطے یہاں سے آدمؑ اور حوّا کے ساتھ ساتھ مور سانپ اور انجیر وغیرہ کو بھی چھوڑتا ہوں۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ آدمؑ کب تک اپنے گناہوں پر روتے رہے اور کس طرح صبر آیا۔ نہ مجھے یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ حوّا انہیں کب ملیں اور کہاں ملیں۔ نہ اس کی ضرورت سمجھتا ہوں کہ آدمؑ اور حوّا کے وہ حالات بتاؤں جنہیں آج بہت تعجب اور حیرت سے سنا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی کہتا ہے۔ بی بی حوّا کے ہاں صبح کو لڑکا اور شام کو لڑکی ہوتی تھی۔ اور اگلے دن بھی اسی طرح دو بچے ہوتے تھے۔ اور پہلے دن کے لڑکے سے اگلے دن کی لڑکی کی شادی ہوا کرتی تھی کہیں یہ مشہور ہے کہ ہر چھ مہینے کے بعد بی بی حوّا کے ہاں وضع حمل ہوا کرتا تھا۔ بعض یہ یقین رکھتے ہیں کہ روزانہ توام بچے پیدا ہوتے تھے بہر حال دنیا کی اوندھی سیدھی تاریخ لکھنے والوں نے جو کچھ لکھا ہے نہ مجھے اس پر رائے زنی کی ضرورت ہے اور نہ قرآن مجید کے بتائے ہوئے واقعات پر ریویو کرنے کا حق۔ اور سچ بات تو یہ ہے کہ میری زندگی سے ان واقعات کو کوئی نسبت ہی نہیں۔ اس واسطے میں ان تفصیلات کو ہی غیر ضروری سمجھتا ہوں۔ جن لوگوں کو میری زندگی کے واقعات کے بعد آدمؑ کے واقعات بھی معلوم کرنے کی ضرورت ہو وہ کوئی ایسی کتاب پڑھیں جو اس مقصد کے لئے لکھی گئی ہو۔ نیاز مند کا یہ کام نہیں ہے کہ اپنی مقدس سوانح عمری کے ساتھ کسی غیر کے حالات کو شریک کر سکے۔ کیونکہ شرک

سراسر گناہ ہے اور میں گناہوں کی دنیا سے بہت دور رہنا چاہتا ہوں۔

عام لوگوں کا خیال ہے کہ میری شیطنت کی ابتدا اس وقت ہوئی تھی جب میں نے جنت میں پہونچکر آدمؑ کو گیہوں کھلانے کا انتظام کیا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ خیال غلط ہے وہ تو ایک انتقامی جذبہ تھا۔ چونکہ آدمؑ کا وجود میری تباہی کا باعث ہوا تھا۔ اس واسطے میں نے جو کچھ اُن کے خلاف کیا وہ صرف انتقام کا کرشمہ کہا جا سکتا ہے۔ اگر اُس کا نام شیطنت ہے تو میں آدمؑ کی اولاد میں سو فیصدی یہ شیطنت دکھانے کو تیار ہوں۔ خصوصاً آج کل مسلمان گھروں میں بچہ بچہ یہی کام کرتا ہے۔ ایک کی تباہی کے لئے ایک کو تیار کرتا ہے اور چُپ چاپ تماشہ دیکھتا رہتا ہے۔ پھر کچھ دن کے بعد اُس کے لئے بھی کوئی فرعون نکل آتا ہے اور کوئی پودہ اس کے واسطے بھی تیار کر دیتا ہے۔

خیر! مجھے دنیا والوں سے کیا غرض جو جی میں آئے کہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میری شیطنت کا پہلا کارنامہ وہ ہے جو میں نے آدمؑ کے بیٹے ہابیل اور قابیل کے ساتھ انجام دیا۔ کیونکہ اس میں میری نیت مفسدانہ تھی اور اس فعل سے مجھے ذاتی طور پر کوئی فائدہ نہیں تھا۔ دراصل شیطنت کے معنے ہی یہ ہیں کہ بغیر اپنے کسی فائدہ کے دوسرے کو جان بوجھ کر مبتلائے آلام کر دیا جائے۔

---

# دُنیا میں میرا پہلا شاندار کارنامہ

مجھے اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ادا کرنا چاہیئے کہ دنیا میں آنے کے بعد میرا سب سے پہلا کارنامہ نہایت شاندار اور نتیجہ خیز رہا۔ اور جس کی نقل کرنے پر آج تک اولاد آدمؑ میرا من مانا نتیجہ حاصل کر رہی ہے۔

آدمؑ کے ہاں سب سے پہلے ایک لڑکا قابیل اور اس کے ساتھ ایک لڑکی اقلیما (توام) پیدا ہوئے۔ اس کے بعد دوسرے حمل میں ایک لڑکا ہابیل اور ایک لڑکی لبودا پیدا ہوئے۔ جب یہ دونوں پل کر جوان ہوئے تو آدمؑ کے پاس اللہ تعالےٰ کا حکم آیا۔

"اے آدم۔ یہ بچے جوان ہو گئے ہیں۔ لہذا اب تمہیں چاہیئے کہ ان کو رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دو۔ اس طرح کہ قابیل کے ساتھ لبودا کو اور ہابیل کے ساتھ اقلیما کو بیاہ دو (یعنی پہلے توام لڑکے کے ساتھ دوسری توام لڑکی لبودا کو اور دوسرے توام لڑکے ہابیل کے ساتھ پہلے حمل کی لڑکی اقلیما کو رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دو")

آدمؑ نے یہ حکم خداوندی سن کر اپنی اولاد کو جمع کیا اور انہیں بھی بتایا۔ سب خوش ہو گئے۔ لیکن قابیل کو یہ بات بہت ناگوار گذری۔ انھوں نے اپنے باپ آدمؑ سے کہا۔ کہ اسمیں میری حق تلفی ہے۔ اقلیما نہایت حسین اور عقیل لڑکی ہے۔ میری توام ہے۔ لہذا اس پر میرا حق ہے۔ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میری توام کو دوسرے کے ساتھ وابستہ کر دیا جائے۔ اول تو آدمؑ نے بہت کچھ سمجھایا کہ یہ بات میرے اختیار میں نہیں ہے جیسا حکم خداوندی ہے

اس پر عمل کیا جائے گا۔ لیکن قابیل کسی طرح راضی نہ ہوئے تب مجبوراً آدمؑ نے پروردگار سے دعا کی۔ یکایک ان کے جی میں ایک ترکیب آگئی ایسا معلوم ہوا کہ ان کے دل سے کسی نے کچھ کہا ہے۔ اور کوئی خاص ترکیب بتائی ہے۔

آدم نے ایک دن پھر اپنے بچوں کو جمع کیا اور کہا۔ کہ قابیل اگر فیصلہ خداوندی پر عمل کرنے کا وعدہ کریں تو میں پروردگار سے دوبارہ فیصلہ منگوا سکتا ہوں۔ اور اس کی ترکیب یہ ہے کہ کوہ قلّہ پر قابیل اور ہابیل اپنی اپنی طرف سے قربانیاں لے جا کر رکھیں۔ جس کی قربانی منظور ہو جائے اُسی کے ساتھ اقلیما کی شادی ہو گی۔

قابیل یہ سنکر بولے۔ قربانی کی منظوری کس طرح سمجھ میں آئیگی۔ آدمؑ اول تو بہت سٹپٹائے۔ لیکن فوراً انہیں اِلقا ہوا اور انھوں نے بتایا کہ جس کی قربانی قابل منظوری ہو گی، وہ یا تو آسمان پر اُٹھالی جائے گی یا آگ آئے گی اور اس کو جلا جائے گی۔ اور جس کی قربانی نامنظور ہو گی وہ بدستور پہاڑ پر رکھی رہ جائے گی۔

دونوں لڑکوں نے اس ترکیب کو پسند کر لیا اور قربانی دینے کے لئے راضی ہو گئے۔ چنانچہ اگلے دن صبح ہابیل کی طرف سے ایک بکری اور قابیل چونکہ زراعت پیشہ تھے ان کی طرف سے کچھ گندم قلّہ پہاڑ کی چوٹی پر علیحدہ علیحدہ رکھ دیئے گئے۔

تھوڑی دیر میں ایک شعلہ آتشین آسمان سے آیا اور ہابیل کی قربانی پر چھا گیا۔ قربانی کی بکری راکھ کا ڈھیر بن گئی۔ یہ حال دیکھکر قابیل کو بیحد غصہ آیا۔ آدمؑ بولے۔ اے قابیل اب تو تم کو یقین آگیا کہ پروردگار اقلیما

کی شادی ہابیل کے ساتھ چاہتا ہے۔ قابیل اپنے جذبات کو چھپاتے ہوئے بولے۔ جی ہاں آ گیا"

ہونے کو تو ہو گیا لیکن قابیل کے دل میں حسد کی آگ بری طرح جل اٹھی۔ فیصلہ خداوندی کے سامنے اعتراض کی کیا مجال تھی۔ ناچار اپنے کام کاج میں مصروف ہو گئے۔ مگر اقلیما کے معاملہ میں شکست کا خیال انہیں ہر وقت ستاتا تھا۔

## دُنیا کا پہلا قتل

ایک دن میں نے سوچا کہ قابیل کے دل میں جو حسد کی آگ جل رہی ہے کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ آدمؑ سے انتقام لینے کا یہ بہترین وقت ہے۔ چنانچہ میں نے انسان کی سی صورت بنائی۔ اور قابیل کے پاس پہنچا۔ اول تو وہ مجھے دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ لیکن میں نے تھوڑی ہی دیر میں ان کی حیرت دور کر دی اور کہا کہ میں تمہارا خاص ہمدرد ہوں۔ اور تمہارے سب حالات جانتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ سخت ناانصافی کی گئی ہے۔ دراصل اقلیما پر تمہارا حق تھا۔ مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ ایسا نہیں ہوا اور سب نے ملکر تمہیں نقصان پہنچایا۔

قابیل نے پوچھا اے مرد بزرگ! کیا کوئی ایسی تدبیر ہے کہ میں اپنا حق حاصل کر سکوں۔ میں نے جواب دیا ایسی تو کوئی ترکیب نہیں ہے البتہ اگر تم اپنے رقیب ہابیل سے بدلہ لینا چاہو تو بہت آسانی سے لے سکتے ہو۔ درحقیقت تمہیں اپنے دشمن سے ضرور انتقام لینا چاہیے۔

قابیل بولے۔ میں تو کوئی ترکیب نہیں جانتا۔ کس طرح بدلہ لیتے

ہیں۔ میں نے فوراً ہی سنجیدگی سے جواب دیا۔ تم نادان ہو یہ طریقے کس طرح سمجھ سکتے ہو۔ آؤ میں تمہیں بتاؤں۔ ہابیل اپنی بکریاں چرانے کے لئے پہاڑ پر گیا ہے اُس کا دستور یہ ہے کہ وہاں پہونچکر تھوڑی دیر تو اِدھر اُدھر گھومتا ہے اور پھر پہاڑ پر کسی جگہ لیٹ کر سو جاتا ہے۔ تم اس کی تاک میں رہنا جب ہابیل سو جائے تو اس پر کوئی بڑا پتھر دے مارنا ــــــ بلکہ آؤ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں۔

قابیل میرے ساتھ ہو لئے۔ پہاڑ پر پہونچکر ہم نے دیکھا کہ ہابیل غافل پڑا سو رہا ہے۔ میں نے قابیل کو اشارہ کیا وہ چپکے سے آگے بڑھا اور میری ہدایت کے موافق قریب سے ایک بڑا پتھر اٹھا کر ہابیل کیطرف لڑھکا دیا۔ ہابیل دوسرا سانس بھی نہ لے سکا۔ اور لڑھکتا ہوا پہاڑ کی گھاٹیوں میں جا پڑا۔ اس کی روح قفس عنصری سے آزاد ہو چکی تھی بخدا میرے دل نے کہا: "یہ دنیا کا پہلا قتل ہے" اور میری آئندہ کامیابیوں کا اچھا شگون۔ یہ سوچتا ہوا میں قابیل کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

قتل کرنے کے بعد قابیل نے سوچا کہ اگر یہ لاش اسی طرح پڑی رہی تو راز فاش ہو جائے گا لہذا اس کو کسی جگہ چھپا دینا چاہیئے۔ وہ اسی فکر میں تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ دو کوے آپس میں لڑتے لڑتے زمین پر گرے۔ اُن میں سے ایک نے دوسرے کوے کو ٹھونگیں مار مار کر ہلاک کر دیا اور اپنے پنجوں سے زمین کھود کر مردہ کوے کو اس کے اندر دفن کر کے اوپر سے پھر وہی مٹی ڈال کر جگہ کو برابر کر دیا۔ چنانچہ قابیل نے بھی کوے کی ترکیب پر عمل کیا۔ اور زمین کھود کر ہابیل کا جسم دفن کر دیا۔

اگر آج میں یہ کہدوں کہ گوا انسان سے بہتر ہے اور اس کا استاد ہے تو ساری دنیا والے میرے پیچھے پڑ جائیں اور ہزاروں لاکھوں کوسنے دیں۔ مگر اتنا نادان نہیں ہوں کہ ناحق اپنی باتیں ظاہر بھی کردوں اور پھر کوسنے بھی کھاؤں۔ اس کے علاوہ ویسے ہی کیا کم عزت افزائی ہوتی ہو جو اور بھی مصیبت مول لوں۔ اس سے بہتر یہی ہے کہ میں اپنا خاموش مشن جاری رکھوں اور جب تک اولاد آدم زندہ ہے اپنا کام کرتا رہوں خیر! یہ تو عمر بھر کا قصہ ہے چلتا ہی رہے گا۔ اسے چھوڑیئے اور اصل مطلب پر آیئے۔

قابیل اپنے انتقام کی آگ کو ہابیل کے خون سے بجھا کر فرار ہوگئے اور سیدھے یمن پہونچے اور یہاں بھی وہی زراعت کا کاروبار پھیلا دیا۔

# مذہب آتش پرستی اور اس کی وجہ تسمیہ

قابیل یمن میں نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے کاروبار میں مصروف تھے۔ ایک دن ایک زاہد کی صورت میں نیازمند اُن کے پاس پہونچا اور اپنا مطمئن کن تعارف کرانے کے بعد عرض کی کہ جناب والا! آپ کو معلوم نہیں ہے کہ قابیل سے آپ نے جو قربانی کی شرط کی تھی اور ہابیل کی قربانی منظور ہو گئی تھی اس کا اصلی راز کیا ہے۔

قابیل نے حیرت سے پوچھا۔ کیا راز ہے۔ اے متقی بزرگ آپ ہی بتایئے۔ میں نے کہا دراصل ہابیل آگ کی پرستش کرتا تھا۔ جب کبھی اسے موقع ملتا تھا خفیہ طریقہ سے آگ کو پوجتا تھا چنانچہ آگ کا دیوتا اس پر مہربان تھا۔ اور ایسی حالت میں یہ کیونکر توقع ہو سکتی تھی کہ وہ قابیل کی قربانی منظور نہ کرتا۔ تم اُس کے لئے غیر تھے کیونکہ تم نے آج تک آگ کو سجدہ نہیں کیا۔ تم نے ناحق یہ شرط قبول کی۔ اگر تم ہابیل کے اس راز سے واقف ہوتے تو کبھی اس شرط کو منظور نہ کرتے۔ میں جانتا ہوں قابیل! تم نہایت ہوشیار اور عقلمند ہو اور یہ بھی جانتا ہوں کہ بہت ہی نیک ہو۔ مگر افسوس ہے کہ اس نیکی نے تمہیں نقصان پہنچا دیا۔ اگر تمہارے والد ہابیل کی طرح تمہیں بھی آتش پرستی کا راز سکھا دیتے تو تمہیں نقصان نہ پہونچتا دراصل آگ کا دیوتا ہی ہم سب کا مالک ہے۔ وہ جس کو چاہے کامیابی دے اور جسے چاہے ناکام کر دے۔ دنیا کے بے شمار خزانے اس کے پاس ہیں اور وہ اپنے محبت کرنے والے پجاریوں کو مالا مال کرتا رہتا ہے۔ قابیل! اگر تم چاہو تو دنیا میں اور آخرت میں نہایت اچھا رتبہ حاصل کر سکتے ہو۔

"وہ کیسے"؟ ہابیل نے جوش مسرت میں پوچھا۔

میں نے کہا وہ اس طرح کہ تم بھی ہابیل کی طرح آگ کے دیوتا کو اپنا رہبر مان کر اس کی عبادت کیا کرو۔ اور ہوسکے تو اپنی مختصر قوم میں بھی اس رواج کو پھیلاؤ تا کہ ہر شخص راحت کی زندگی بسر کرے۔ تم دیکھتے ہو کہ تمہارے والد کی اولاد بہت کافی پھیل چکی ہے اگر تم اپنے ان بھائی بندوں کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہو تو سب کو ابھی راہ بتاؤ تا کہ آئندہ کسی وقت ان میں سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔ اگر یہ سب غلط اور بد دیکھے طریقے چھوڑ کر آگ کے دیوتا کو اپنا سب کچھ مان لیں اور گذشتہ گناہوں کی اس کے سامنے توبہ کرلیں تو یقین ہے کہ وہ خوش ہو کر تم سب کو مالامال کردے گا۔ اور تم سب کی زندگیاں خوشگوار ہو جائیں گی"۔

مجھے خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ میرا یہ وار بھی کارگر پڑا اور میاں قابیل کو اپنا مستقبل شاندار نظر آنے لگا۔ بیچارے نے آؤ دیکھا نہ تاؤ میرے مشورہ پر خود بھی عمل شروع کر دیا۔ اور اپنے بھائی بندوں میں بھی آتش پرستی کا رواج پھیلا دیا۔ جو کسی نہ کسی صورت میں آج تک قائم ہے اور میں کوشش کرونگا کہ قیامت تک رہے بلکہ امید ہے کہ اسکو بڑھانے میں بھی کامیاب ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مذہب اسلام نے میرے مشن کو ضرورت سے زیادہ نقصان پہونچا دیا ہے کوئی وجہ نہیں کہ میں بھی اپنی تمام قوتیں اسلام کو ختم کرنے میں نہ صرف کردوں بعض دفعہ مجھ سے پوچھا گیا ہے کہ میں زیادہ تر مسلمانوں کے پیچھے کیوں پڑا رہتا ہوں۔ مگر پوچھنے والے یہ نہیں سوچتے کہ مجھے بھی تو اسلام نے ہی زیادہ نقصان پہونچایا ہے۔ میرا مشن پوری طرح کامیاب تھا۔ ہر طرف

میری حکومت تھی۔ زمین کے چپہ چپہ پر میں اور میری اُمت اپنا کام کر رہی تھی کسیکو کانوں کان خبر بھی نہ تھی کہ شیطان ہے کیا بلا سب اپنے اپنے کاموں میں مگن تھے۔ اور میں بھی بڑی آسانی کے ساتھ اپنے مشن کو دن دونی رات چوگنی ترقی دے رہا تھا۔

خدا جانے یہ "اسلام" کہاں سے آکودا۔ بیٹھے بٹھائے مجھے طرح طرح کی پریشانیوں میں پھنسا دیا۔ لوگوں سے کہنا شروع کردیا کہ شیطان سے بچو۔ شیطان سے پناہ مانگو۔ یہ کرو وہ کرو۔ دنیا جانتی ہے کہ اسلام کی ذرہ ذرہ تعلیم صرف اس لئے ہے کہ میرا مشن خراب کیا جائے۔ اسلام سے اگر کوئی پوچھے کہ تم کیوں آئے تمہاری کیا ضرورت تھی۔ تو جواب دیتا ہے کہ میں دنیا کو سیدھا راستہ بتانے آیا ہوں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسے صرف مجھ سے دشمنی ہے۔ اور محض میری وجہ سے اسلام آیا۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اسلام صرف اسی لئے آیا کہ اُسے میرا مشن پسند نہ تھا۔ میری کامیابیاں اُسے ایک آنکھ نہیں بھاتی تھیں۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ میں دنیا میں کس طرح حکومت کر رہا ہوں اور دنیا والے کس طرح میرے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے ہیں۔ آخر اُس سے نہ رہا گیا حسد کے مارے آپے سے باہر ہو گیا۔ اور میدان میں آکودا۔ اب کوئی اس سے یہ پوچھے کہ تو دوسروں کو رقابت اور حسد سے منع کرتا ہے۔ لیکن خود ایسا کیوں کرتا ہے۔

عقل سلیم رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ اسلام نے زیادہ تر مجھے برا بھلا کہا۔ اپنے پیروؤں کو مجھا تلمت تو کبھی بات بات میں میرا نام لیتا ہے کسی سے کوئی عبرت انگیز قصہ بیان کرتا ہے تب بھی قدم قدم پر میری مثال

پیش کرتا ہے۔ اب آپ ہی بتائیے کہ میں کب تک صبر کرتا۔ مجبوراً میں نے بھی اپنے وقت کا بیشتر حصہ مسلمانوں پر صرف کرنا شروع کر دیا جب یہ مجھے ذرا ذرا سی بات میں بدنام کرتا ہے تو پھر میں کیوں چھوڑ دوں یہ اپنا کام کر رہا ہے میں اپنا کام کر رہا ہوں۔ نتیجہ جو کچھ ہو گا بعد میں دیکھا جائیگا۔

ہاں! تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ میں نے اپنی کوششوں سے آدمؑ زاد کو بھٹکانے کے لئے آتش پرستی کا طریقہ ایجاد کیا تاکہ یہ قوم اپنے صحیح راستہ سے بہک جائے اور خوب ٹھوکریں کھائے۔ آپ یہ سنکر حیران ہوں گے کہ آتش پرستی کے واقعہ کو بعض انسانی مورخوں نے ایک دوسرے طریقہ سے مشہور کرنے کی کوشش کی ہے ان کا خیال ہے کہ آتش پرستی کی ابتدا قابیل کے زمانہ میں نہیں بلکہ نمرود کے زمانہ میں ہوئی چنانچہ انسانی مورخین لکھتے ہیں کہ جب نمرود نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو آگ میں ڈالا اور آگ نے یہ ہدایت خداوندی حضرت ابراہیمؑ کو محفوظ رکھا تو شیطان نے (یعنی میں نے) یہ مشہور کر دیا کہ چونکہ ابراہیمؑ خفیہ طور پر آگ کی پرستش کرتے تھے اس وجہ سے آگ نے انہیں نہیں جلایا۔ ان مورخین کا خیال ہے کہ میں نے یہ شہرت آتش پرستی کو کامیاب بنانے کے لئے دی تھی۔

بعض مورخین اس سے بھی آگے بڑھ گئے۔ انھوں نے ایک نئی بات پیدا کر دی۔ اُن کا خیال ہے کہ کسی زمانہ میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام تھا گشتاسپ۔ اُس کے زمانہ میں ایک شخص مسمی زردشت[1] پیدا ہوا اس نے ۳۰ سال کی عمر میں نبوت کا دعویٰ کر کے ایک کتاب تصنیف کی

سلہ زردشت کا نام بعض مورخین نے زرتشت لکھا ہے اور بعض نے زردہشت۔

اور اس کا نام "شوش" رکھا۔ اور ظاہر کیا کہ یہ آسمانی کتاب ہے۔ لوگ جوق جوق اس کی طرف مائل ہونے لگے۔ اس کتاب میں آتش پرستی کو مذہب کی بنیاد قرار دیا تھا۔ یہ لوگ اپنے آپ کو شوشی[1] کہتے تھے چنانچہ آج بھی مجوسی قوم میں زردشت کا نام بہت احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

[1]. غالباً یہ لفظ زمانہ کے ساتھ بگڑتے بگڑتے مجوسی بن گیا ہے۔

# مذہب بت پرستی اور اسکی وجہ تسمیہ

مذہب آتش پرستی کی کامیاب ایجاد کے بعد میں مختلف اسکیموں پر عمل کرتا رہا۔ کئی معرکہ کی کامیابیاں میسر آئیں۔ جن میں سب سے زیادہ مفید اور خاص کامیابی مجھے وہ ہوئی جو ادریس علیہ السلام کے زمانہ پیغمبری کے بعد میسر آئی۔ اور جس کی یادگار آج تک قائم ہے۔

حضرت ادریسؑ کے آسمان پر جانے اور وہاں سکونت اختیار کرنے سے پہلے دنیا میں ان کا ایک بہت ہی گہرا دوست تھا۔ جسے ادریس علیہ السلام سے بجد محبت تھی۔ اور اسی محبت کے ساتھ عقیدت کا جذبہ بھی حد کمال کو پہونچ چکا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ "ادریس کے پردہ میں خدا بول رہا ہے"۔ اگر ایک آدھ گھنٹہ کے لئے بھی ادریسؑ کہیں ادھر ادھر ہو جاتے تھے تو وہ فراق کی شدت سے بے تاب ہو جاتا تھا۔ باوجود حضرت ادریسؑ کی نصیحتوں کے وہ ہمیشہ یہی کہا کرتا تھا کہ میرے لئے تو سب کچھ ادریسؑ ہے۔ اسی جنوں کی مثال اکثر آجکل بھی مل جاتی ہے اور بعض گمراہ مسلمان آج بھی یہ شعر پڑھتے نظر آتے ہیں۔

اللہ کے پلہ میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ مجھے لینا ہے لے لوں گا محمدؐ سے

یہی کیفیت اس شخص کی تھی۔ اور حضرت ادریسؑ کی محبت میں خدا کو بھولا جا رہا تھا۔ اسی اثنا میں حضرت ادریسؑ کو مستقل سکونت کے لئے یکایک آسمان پر جانا پڑا۔ تو وہ بیچارہ بے تاب ہو گیا۔ اور ان کے

چلے جانے کے بعد دن رات آہ وزاری کے سوا اس کا کوئی کام نہ رہا۔
میں نے اس موقع کو غنیمت جانا۔ اور ایک سنجیدہ آدمی کی صورت بن کر اس شخص کے پاس پہونچا۔ اول تو اس سے سارا ماجرا سنا اور اس کے بعد نہایت مدبرانہ انداز میں اس سے کہا کہ یہ بھی کوئی مشکل کام ہے جس کے لئے روتے ہو۔ اگر تمہیں اپنے درد کا علاج ہی کرنا ہے تو میں بتا دوں گا۔ اس شخص نے بڑی خوشامد کے ساتھ مجھ سے وہ ترکیب پوچھی۔

میں نے کہا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تم صرف ادریسؑ کی زیارت ہی کرنا چاہتے ہو یا یہ بھی ضروری ہے کہ وہ پچکار پچکار کر تمہارے سر پر ہاتھ بھی پھیریں۔ اس نے کہا میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ہر وقت انھیں دیکھتا رہوں۔ چاہے وہ مجھ سے بات نہ کریں۔ مجھے اس کی پروا نہیں۔ البتہ اُن کی نورانی صورت ہر وقت میری آنکھوں کے سامنے رہے۔ بس یہی میرے لئے سب کچھ ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتا۔ یہ سُن کر میں نے کہا اس کی تو ایک ترکیب ہو سکتی ہے۔

"وہ کیا؟" اس شخص نے نہایت حیرت سے دریافت کیا۔

میں نے کہا اگر تم اجازت دو تو میں ادریسؑ کی شکل سے بالکل مشابہ ایک شبیہ بنائے دیتا ہوں۔ جس میں سرمو فرق نہ ہوگا۔ بالکل یہ معلوم ہوگا جیسے ادریسؑ بیٹھے ہیں۔ اس شبیہ کو ہر وقت اپنے سامنے رکھنا۔ تمہارے قلب کو سکون رہے گا۔ بلکہ اگر تمہارا عقیدہ کامل ہوگا تو اسی شبیہ میں دوبارہ حضرت ادریسؑ آجائیں گے اور تم سے ہر وقت باتیں کیا کریں گے۔

فراق کا مارا ہو دوست اپنے محبوب کی زیارت کے شوق میں ہر قربانی کے لیئے تیار ہو گیا۔ اس نے کہا اے اجنبی! میں تمہارا بہت ہی ممنون ہوں گا اگر تم میرا یہ کام کر دو گے۔

اندھے کو کیا چاہیئے دو آنکھیں۔ میں نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ پتھر کی ایک ایسی شبیہ تیار کر دی جس پر پوری طرح حضرت ادریسؑ کا دھوکا ہوتا تھا۔ جس وقت وہ شبیہ جمان (حضرت ادریسؑ کے دوست) نے دیکھی تو بھڑک اُٹھا۔ اور بے تابانہ کھڑے ہو کر اُسے چومنے لگا۔ کبھی آنکھوں سے لگایا۔ کبھی اپنی پیشانی اس کے پیروں پر رکھدی۔ بڑی دیر تک اس کا جوشِ محبت کام کرتا رہا۔ اِدھر میری تدبیر اپنا کام کر رہی تھی۔ اُدھر بُت پرستی کی ابتدا اپنی حسین پیدائش پر الگ کھڑی مسکرا رہی تھی۔ یکا دونوں قریب ہو گئیں۔ اس کے بعد ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئیں۔ اور دیکھتے دیکھتے بُت پرستی کی ابتدا کرنے والے سب سے پہلے بُت پرست کے وجود میں اندھی عقیدت کا جوش بن کر سما گئیں یہ میرا دہ شاندار کارنامہ تھا۔ جو بت پرستی کی صورت میں آج تک موجود ہے

## بُت پرستی کا رواج

جب تک حضرت ادریسؑ کے دوست جمان زندہ رہے۔ اسی بُت کی پرستش کرتے رہے۔ لیکن عام طور سے بُت پرستی کی رسم رائج نہیں ہوئی تھی۔ جمان کے انتقال کے بعد جب ان کا اثاثہ وارثوں نے تقسیم کیا تو اس میں ایک بُت بھی پس ماندگان کو ملا۔ ہر شخص پتھر کی یہ شبیہ دیکھ کر حیرت میں رہ گیا۔ مگر کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔ عین وقت پر

جبکہ وہ سب لوگ اس شبیہ کے متعلق اپنی اپنی حیرت کا اظہار کر رہے تھے۔ میں ایک مقدس صورت میں اس گروہ کے پاس گیا۔ اور بزرگانہ انداز میں ایک نہایت ہی بلیغ اور نتیجہ خیز تقریر کر کے بت پرستی کے مستقبل کو نہایت شاندار بنادیا۔

میں نے کہا کہ یہ بت دراصل حضرت ادریسؑ کی ملکیت ہے اور اس میں بہت بڑا راز ہے۔ میں اس کے متعلق سب کچھ اس لئے جانتا ہوں کہ ادریسؑ میرے بہت گہرے دوست تھے۔ اور ان کے تمام رازہائے پیغمبری سے میں واقف تھا۔ دراصل اُن کی کامیابی کا راز ہی یہ بت ہے۔ وہ اس کی عبادت کرتے تھے اور جو کچھ چاہتے تھے اس بت کے ذریعہ کرالیتے تھے۔ یہ بت ان کی ریاضت سے بہت خوش تھا۔ اور اُن کا ہر کام پورا کردیا کرتا تھا۔ چونکہ ادریسؑ کو ذاتی وجاہت اور عظمت محض اسی بت کے ذریعہ میسر آئی تھی اسواسطے اُنھوں نے یہ بات اپنی قوم سے چھپائے رکھی چونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر قوم پر یہ راز فاش ہوگیا۔ تو پھر ہر گھر میں اسی قسم کا بت تیار ہو جائے گا اور لوگ میرے محتاج نہ رہیں گے۔ جو کچھ چاہیں گے گھر بیٹھے اپنے بت سے کرالیا کریں گے۔ اس واسطے انھوں نے پوری احتیاط کے ساتھ اس کی عبادت کی اور قوم کی نظروں سے اوجھل رکھا۔ اب اتفاقاً انہیں آسمان پر جانا پڑا۔ تو وہ اپنے رازدار دوست جمان کو یہ بت دے گئے تھے۔ اور ہدایت کر گئے تھے کہ کسی کو اس بھید کا پتہ نہ چلے۔ مگر افسوس ہے کہ جمان کی موت نے یہ راز فاش کر دیا۔ ورنہ سوائے ہم تین آدمیوں کے اور کسی کو اس اہم راز کی خبر

نہ تھی۔

مجھے افسوس ہے کہ میں نے ادریسؑ کی اجازت لئے بغیر آپ بھائیوں سے یہ بات بیان کردی۔ در اصل اگر مجھے اس بت کی توہین اور تحقیر کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اب بھی اسے راز ہی رکھتا۔ لیکن مجھے یہ اندیشہ تھا کہ آپ لوگ لاعلمی میں اس بت کو پتھر کی بیکار مورت سمجھکر پھینک دیں گے۔ آہ ـــ اگر ایسا ہو جاتا تو کون جان سکتا ہے کہ یہ مقدس بت ہماری قوم پر کیسی تباہی بے حد بنا۔ کیونکہ کوئی معبود اپنی توہین اور تذلیل گوارا نہیں کر سکتا۔

در اصل ہم لوگ اندھے ہیں۔ اور کچھ نہیں جانتے۔ ورنہ نیک لوگوں کی مقدس مورتیاں ہمارے لئے سب کچھ بن سکتی ہیں۔ اب آپ.. لوگ غور کیجئے کہ بظاہر اس بت کی صورت حضرت ادریسؑ کی سی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہماری دین دنیا اس کے ہاتھ میں ہے یہ جس سے خوش ہو جائے بس اُسے نہال کر دیتا ہے اور جس سے خفا ہو جائے اُسے کہیں گھر کا نہیں چھوڑتا۔

ادریسؑ ہی کو دیکھو وہ کتنی باعزت زندگی بسر کرتے تھے یہ سب کچھ اسی عبادت کا نتیجہ تھا۔ جو وہ خفیہ طور پر اس مقدس بت کی کرتے تھے۔ خیر اب راز فاش ہو چکا ہے یہ خاص چیز کسی کی ملکیت نہیں رہ سکتی اس واسطے مجھے باقی باتیں بھی بتا دینی چاہئیں۔ اُمید ہے کہ ہم سب اُن سے معقول فائدہ اٹھا سکیں گے۔ حضرت ادریسؑ کے جانے کے بعد ہمیں ضرورت ہے کہ کسی کے محتاج نہ رہیں۔ اگر ہم لوگ اسی قسم کے بُت اپنے اپنے گھروں میں رکھیں۔ اور اُن کی عبادت کر کے انہیں خوش

کرتے رہیں تو ہم سب بغیر کسی کی امداد کے خوش و خرم رہ سکتے ہیں۔ ہماری ہر ضرورت پوری ہو سکتی ہے۔ یا بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہئے کہ ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ یہ بت ہر طرح ہماری امداد کریں گے اور ہم سب گھر بیٹھے بغیر کسی امداد کے من مانی ترقیاں کر لیں گے۔

میری تقریر نے وہی اثر کیا جس کی مجھے توقع تھی ہر شخص نے عہد کر لیا کہ اپنے ہاں ایسی ہی شبیہ رکھیں گے اور کسی کے محتاج رہنا پسند نہ کریں گے۔ ان واقعات کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ہر مکان میں ایک بت تھا اور روزانہ اس کی پوجا ہوا کرتی تھی۔

حضرت ادریسؑ کے زمانہ میں پانچ ایسی مقدس ہستیاں بھی تھیں جن کی زاہدانہ زندگی دوسروں کے لئے مثال بن رہی تھی چنانچہ دستور کے مطابق جب ان میں سے کوئی مرتا تھا تو اُسی کے نام پر ایک بت تیار ہو جاتا تھا اور اس بت کا نام بھی وہی رکھدیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت ادریسؑ کی قوم میں رفتہ رفتہ یہی پانچ بت زیادہ مقبول ہوئے۔ جن کے نام وَدّ، سواع اور یغوث یعوق اور نسر تھے۔ انہی پانچ بتوں پر اس زمانہ کی "خانہ ساز" شریعت قائم تھی قوم کے بچہ بچہ کا انہی پانچ خداؤں پر ایمان تھا۔ قال اللہ تعالیٰ وقالوا لاتذرن الھتکم ولاتذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا ۝

جب حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں طوفان آیا اور تمام دنیا غرق ہو گئی۔ تو یہ سب بت بھی ختم ہو گئے تھے۔ لیکن طوفان کے بعد جب از سر نو دنیا مرتب ہوئی تو خدا نے اپنا کام کیا اور دنیا زمند نے سب سے پہلے پانچ بت مہیا کر کے انہیں ناموں سے مشہور کر دیا

اور ہر بُت کے ساتھ ایک خود ساختہ مقدس تاریخ بھی منسوب کر دی چنانچہ اس طرح بُت پرستی بدستور قائم رہی اگر طوفان نوح کے بعد میں غفلت کرتا تو یقیناً بُت پرستی کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ مگر وہ تو وقت پر سوجھ گئی اور میں نے اپنے شاندار کارنامے کو بے نام و نشان ہونے سے بچا لیا۔

طوفان کے بعد اتفاق سے پانچ قبیلوں کو زیادہ عروج ہوا چنانچہ میں نے حالات پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد قبیلہ بنی کلب کو وَدّ (بُت) سونپا اور بُت سواع کو قبیلہ ہذیل کے سپرد کیا۔ اور مذحج قبیلہ کو اود یغوث دیا۔ اور یعوق بُت کو قضاعہ قبیلہ کے حوالہ کیا۔ اور نسر کو قبیلہ حمیر کے حصہ میں دیدیا۔ اور اس طرح بُت پرستی کی ایک ایسی مضبوط بنیاد رکھدی ہے۔ جس پر آج تک کفر والحاد کے بڑے بڑے محل تیار ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔

# میری زندگی کے کارنامے

اگر میں اپنی زندگی کی ابتدا سے آج تک کے کارنامے اختصار کے ساتھ بھی بیان کروں تو لاکھوں برس کا زمانہ چاہیئے۔ اور اگر لکھنے بیٹھوں تو قیامت تک لکھتا ہی رہوں اور اگر کوئی ان سب کو ایک جگہ چھاپنے کا ارادہ کرے تو اس کتاب کی لاگت کا اندازہ اُس دولت سے کہیں زیادہ ہو جائے جو آج دنیا والوں کے قبضہ میں ہے۔ اس واسطے میں اس طوالت کو چھوڑ کر صرف اُن اہم واقعات کو درج کروں گا۔ جن کی کامیابی کا اثر قیامت تک رہے گا۔ اور پھر اُن واقعات کو بھی بہت ہی اختصار کے ساتھ۔ ورنہ وہ سب مل کر بھی کروڑوں صفحے کی

کتاب بن جائے گی۔ اس واسطے امید ہے کہ پڑھنے والے مجھے اس اختصار کے لئے معذور سمجھ کر معاف کریں گے۔ البتہ اگر کوئی مائی کالال ایسا ہو جو میری لکھی ہوئی پوری کتاب کو شائع کرنے کا انتظام کر دے تو میں اس کے لئے تیار ہوں۔ فی الحال چند واقعات اختصار کے ساتھ پیش کئے دیتا ہوں۔

## طوفانِ نوح

سب سے پہلے تو میں اس غلط فہمی کو دور کرتا ہوں جو بعض لوگوں کو طوفان نوح کے سلسلہ میں میرے متعلق پیدا ہو گئی۔ اس کا مجھے اعتراف ہے کہ حضرت نوحؑ کے زمانہ میں میرا مشن ضرورت سے زیادہ کامیاب ہو گیا تھا اور حضرت نوحؑ کی شریعت پر میرے قواعد غالب آگئے تھے۔ اور اس کا بھی مجھے اعتراف ہے کہ طوفان آیا ہی اس لئے کہ میرا مشن بہت ترقی کر گیا تھا۔ اور لوگ خدا کے مذہب کو چھوڑ کر میری طرف زیادہ رجوع ہو گئے تھے۔ اس سلسلے میں بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ جب سوائے کشتی نوح کے سب کچھ غرق کر دیا گیا تھا۔ تو پھر شیطان کیسے بچ گیا۔ وہ بھی اس کے ساتھ فنا ہو جانا چاہیئے۔ لیکن اعتراض کرنے والوں کو یہ خیال نہیں رہا کہ وعد اللّٰہ حقا اللّٰہ کا وعدہ سچ ہوتا ہے۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ یوم الوقت المعلوم تک مجھے فنا نہ کیا جائے گا۔ اس واسطے کوئی نہ کوئی سبیل میرے بچانے کی ضرور ہی ہو گی۔ رہا یہ اعتراض کہ سوائے کشتی نوح کے سب کچھ غارت کر دیا گیا تھا۔ اور کشتی میں جو کچھ رکھا گیا وہ البتہ اور ان کے

پیغمبر حضرت نوحؑ کی رضامندی سے رکھا گیا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ شیطان کو حضرت نوحؑ نے کشتی میں سوار کر لیا۔

میں مانتا ہوں کہ کوئی پیغمبر مجھے زندہ رکھنے پر رضامند... نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایک خاص واقعہ جو میرے محفوظ رہنے کا باعث ہوا۔ اُسے سننے کے بعد اُمید ہے کہ معترضین اپنا اعتراض اعتراف میں تبدیل کر لیں گے۔

بات یہ تھی کہ جب طوفان آیا اور ہر طرف پانی ہی پانی ہو گیا تو حضرت نوحؑ نے حکم خداوندی ایک کشتی تیار کی اور اس پر خدا کی تباہی ہوئی تمام چیزیں رکھ لیں حضرت نوحؑ کو اپنا دراز گوش (گدھا) بہت عزیز تھا وہ اُسے ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ میں جانتا تھا کہ نوحؑ اس دراز گوش کو غرقاب نہ ہونے دیں گے۔ اور کسی نہ کسی طرح ضرور اسے بھی کشتی میں سوار کر لیں گے۔ اس واسطے میں نے بھی اپنے لئے ایک خاص ترکیب ڈھونڈ نکالی۔ کیونکہ بڑی مشکل یہ تھی کہ کہ اس کشتی میں حضرت نوحؑ کی اجازت لئے بغیر کوئی سوار نہ ہو سکتا تھا یا جسے وہ حکم دیتے تھے وہ سوار ہو جاتا تھا۔ اس کے علاوہ ظاہر ہے کہ مجھے وہ کیسے اجازت دید یتے اس واسطے جب آخر میں اُن کا دراز گوش کشتی پر چڑھنے لگا تو میں نے چپکے سے جا کر اُس کی پچھلی ٹانگیں پکڑ لیں۔ وہ بچارا اگلی دونوں ٹانگیں کشتی پر رکھ چکا تھا۔ اب دیکھنے والے صرف یہ دیکھ رہے تھے کہ دراز گوش بار بار کشتی پر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن اس کی پچھلی ٹانگیں زمین سے نہیں اُٹھتیں حضرت نوحؑ نے اول تو اُسے بہت للکارا بہت ناراض ہوئے بار بار اُس سے کہتے تھے

کہ وہ چڑھ کیوں نہیں آتا،، مگر بیچارہ دراز گوش کیا جواب دے سکتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت نوحؑ کو غصہ آگیا اور انھوں نے جھنجلا کر کہا ادخل وان کان معک الشیطان جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر تیرے ساتھ شیطان بھی ہو تو پرواہ نہ کر کشتی میں بیٹھ جا۔ یہ فقرہ سنتے ہی دراز گوش نے ایک جست کی اور کشتی میں سوار ہو گیا۔ کیونکہ اب کی مرتبہ میں نے اُسے ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ اور اس ڈھیلا چھوڑنے کی وجہ یہ بھی کہ حضرت نوحؑ نے نادانستہ طور پر مجھے بھی کشتی میں سوار ہونے کی اجازت دیدی تھی۔ چنانچہ نامعلوم طور پر میں کشتی میں ایک طرف بیٹھ گیا۔ جب کشتی کے روانہ ہونے کا وقت آیا اور نوحؑ نے اپنی کشتی کا جائزہ لیا۔ تو نیاز مند بھی ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی حضرت نوحؑ کو غصہ آگیا۔ فرمانے لگے تو یہاں کیوں آیا۔ جبکہ اس کشتی میں میری اجازت کے بغیر کوئی سوار ہی نہیں ہو سکتا۔ میں نے نہایت لاپروائی کا چہرہ بنا کر عرض کی جناب والا آپ پیغمبر ہیں۔ جھوٹ بولنے کی کوشش نہ کیجیے۔ یہ نیاز مند آپ کی اجازت سے حاضر ہوا ہے اور انشاءاللہ مرتے دم تک آپ کے ساتھ ہی رہے گا۔

حضرت نوحؑ کو اور بھی غصہ آیا۔ فرمانے لگے۔ میں نے تجھے کب اجازت دی؟

میں نے سنجیدہ لہجہ میں کہا۔ مجھے تو آپ کے وہ الفاظ یاد ہیں۔ ادخل وان کان معک الشیطان ——— کیوں؟ یاد آگئے آپ کو بھی؟۔ اب فرمائیے میں آپ کی اجازت سے آیا ہوں یا نہیں۔ اجی حضرت یہ نیاز مند تو آپ جیسے بزرگوں کا ضرورت سے زیادہ احترام کرتا ہے

اگر آپ اجازت نہ دیتے تو میری کیا مجال تھی کہ آپ کی کشتی میں سوار ہو جاتا۔ آپ نے اپنے دراز گوش سے کہا تھا کہ کشتی میں داخل ہو جا خواہ تیرے ساتھ شیطان ہی کیوں نہ ہو۔ میں مانتا ہوں کہ آپ نے یہ فقرہ غصہ میں ادا کیا تھا لیکن جناب مجھے یہ بتا دیجئے کہ جو حکم غصہ میں دیا جائے کیا وہ حکم قابل عمل نہیں ہوتا۔ اگر ہوتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ میں نے یا آپ کے دراز گوش نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ میں اس کے پچھلے پیر پکڑے ہوئے تھا جب آپ کا یہ حکم سُنا تو اسکے ساتھ میں بھی کشتی میں سوار ہو گیا۔

حضرت نوحؑ کو میری تقریر سے غصہ آگیا۔ فرمانے لگے۔ نکل یہاں سے مردود! میں نے ذرا مسکرا کر کہا۔ جناب اب یہ کام آپ کے بس کا نہیں ہے۔ اب تو آپ مجھے یہیں بیٹھا رہنے دیجئے۔ مگر حضرت نوحؑ نہ مانے اور مجھے زبردستی کشتی سے اتارنے لگے کہ فوراً ہی وحی نازل ہوئی۔

"اے نوح! اس کو کشتی سے نہ نکالو۔ کیونکہ اس معاملہ میں ہماری بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ جن کو تم نہیں جانتے۔"

یہ سن کر حضرت نوحؑ دم بخود رہ گئے اور کشتی ہم سب کو لئے ہوئے پانی پر تیرنے لگی اسی طرح بہت دن بیت گئے۔

## اللہ میاں مجھے معاف کرنا چاہتے تھے

ایک روز حضرت نوحؑ نے کہا، اے ابلیس! تو کتنا

بے وقوف ہے۔ اپنے ہاتھوں تباہ ہو کر بھی تجھے عقل نہیں آئی۔ کم بخت اگر تو چاہتا تو آج بڑے درجوں پر ہوتا۔ بھلا تجھے اپنے پروردگار کی نافرمانی سے کیا ملا۔؟"

میں نے کہا جناب! جو کچھ ہو چکا ہے اس کا تذکرہ ہی بے کار ہے۔ البتہ اگر کوئی صورت ہو کہ میں دوبارہ پھر وہی عظمت حاصل کر سکوں تو وہ بتائیے تاکہ میں اس پر عمل کروں۔ یہ سُن کر حضرت نوحؑ نے کہا۔ اللہ تعالےٰ بڑا غفور الرحیم ہے تو اپنے گناہوں کی سچے دل سے معافی مانگ اور آئندہ کے لئے توبہ کر۔ کیا عجب وہ اپنی کریمی کے صدقے میں تیری خطائیں معاف کر دے۔

میں نے جواب دیا۔ اے نوحؑ! میں جانتا ہوں کہ میری توبہ بارگاہِ خداوندی سے ٹھکرا دی جائے گی۔ کیونکہ میں نے گناہوں کی انتہا کر دی ہے۔ ہاں ایک صورت سے مجھے معافی مل سکتی ہے۔ اگر آپ میری سفارش کر دیں تو عجب نہیں پروردگار میرے گناہ معاف کر دے۔ یہ سن کر نوحؑ نے کہا اچھا میں بھی تیرے لئے دعا کروں گا۔ چنانچہ انھوں نے بڑے خلوص کے ساتھ میری سفارش کی۔ حکم ہوا کہ،

"اے نوحؑ! تمہاری کشتی میں آدم کا تابوت رکھا ہے۔

اگر ابلیس تلافی کے لئے اب بھی اس تابوت کو سجدہ کرے ...

تو ہم اس کا پہلا گناہ معاف کر دیں گے۔"

حضرت نوحؑ اس وحی سے بہت خوش ہوئے اور انھوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ اگر تو اس تابوت کو سجدہ کرلے تو پروردگار تیرے گناہ معاف کر دے گا۔

میں نے یہ سُن کر جواب دیا۔ اے نوحؑ! تم بھی کیسی باتیں کرتے ہو۔ جس نے زندہ آدم کو (جو اللہ کا خلیفہ اور مقرب تھا) جب اسی وقت سجدہ نہیں کیا تو آج اس خاک کے ڈھیر کو کیا سجدہ کرے گا۔

حضرت نوحؑ نے بہترا سمجھایا مگر میں نے ایک نہ مانی۔ اور مانتا بھی کیسے۔ ذرا آپ ہی فیصلہ کیجیے جو شخص آدمؑ کی زندگی اور ان کے تقرب کو دیکھ کر بھی سجدہ کرنے کا روادار نہ ہوا ہو وہ ایک بے جان خاک کے ڈھیر کے سامنے کیونکر جھک سکتا ہے۔ چنانچہ میرا جواب سن کر حضرت نوحؑ مایوس ہو گئے۔ اور میں نے بھی اس بحث کو طول دینا مناسب نہ سمجھا اور خاموش ہو گیا۔ مگر اس واقعہ سے آپ نے یہ اندازہ کر لیا ہوگا کہ اللہ میاں مجھے معاف کرنا چاہتے تھے۔

# میرے مشہور کارناموں کی تفصیل

یہ پہلے لکھ چکا ہوں کہ اگر اپنی زندگی کے تمام واقعات کو تفصیل کے ساتھ لکھوں تو دفتر کا دفتر بن جائے گا اور پھر اس کا شائع ہونا ناممکن ہو جائے گا اس واسطے اپنی زندگی کی ابتدا سے آج تک کے مشہور کارناموں کی مختصر کیفیت لکھ دینا ہی مناسب بجھتا ہوں۔ امید ہے کہ اسی سے بہت کچھ نتیجہ اخذ کر لیا جائے گا۔

یہ تو بتا چکا ہوں کہ جنت سے حضرت آدمؑ اور حواؑ وغیرہ کو خارج کرانے میں میرا ہاتھ تھا۔

یہ بھی لکھ چکا ہوں کہ حضرت آدمؑ کے بیٹے ہابیل کو ان کے سگے بھائی سے قتل کرادیا۔ اور یہ بھی عرض چکا ہوں کہ حضرت ادریسؑ کی امت کو بت پرستی سکھانے اور ان سے پہلے قابیل کے زمانہ میں آتش پرستی کی ایجاد کرنے والا بھی میں ہی ہوں۔

حضرت نوحؑ کی قوم کو اس پر آمادہ کیا وہ نوحؑ کو خوب ستائیں اور اس کا انجام حضرت نوحؑ کی پریشانی اور تمام عالم کی غرقابی ہوا۔

قوم عاد و ثمود کو حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کی بددعا کے پردہ میں غارت کرایا۔ نمرود کو حضرت ابراہیمؑ کے خلاف بھڑکا کر انہیں آگ میں زندہ ڈالنے کا مشورہ دیا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی امت کو خلاف فطری افعال میں پھنسا کر تباہی کے غار میں پہنچا دیا۔ حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کے دل میں وسوسہ قتل ڈالا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کو آپس میں متفق کر کے یوسف علیہ السلام کے خلاف

بھڑکایا۔ اور انہیں ایذا دلوائی۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو امتحان خداوندی کے سلسلہ میں خوب رسوا کیا۔ فرعون کو مجبور کرکے خدائی کا دعویٰ کرایا۔ اور اُسے اُبھارا کہ وہ حضرت موسیٰؑ سے مقابلہ کرے اور اس کے بعد فرعون کو فوجوں سمیت دریا میں غرق کرایا۔ ہارون علیہ السلام کے زمانہ میں سامری کی معرفت گوسالہ پرستی کرائی اور یہ دیکھ دیکھ کر ہارونؑ کلستے رہے۔ شداد سے خدائی کا دعویٰ کرا کے ایک جنت بنوائی اور پھر مایوس کرا کے جہنم واصل کرایا۔ قارون کو دولت کی محبت میں پھنسا کر تباہ کیا۔ سلیمان علیہ السلام کو انگوٹھی کا جھگڑا، دیگر فتنہ جنہ میں پھنسایا۔ یونس علیہ السلام کو مچھلی کے حوالہ کیا۔ ذکریا علیہ السلام کو مریم سے زنا کا الزام لگا کر آرہ سے دو ٹکڑے کرائے۔ یحییٰ علیہ السلام کو ایک گناہ گار عورت کے معاملہ میں بے گناہ قتل کرایا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے ہاتھوں سخت ایذا پہنچائی۔ اُن پر طرح طرح کی تہمتیں لگائیں۔ اور مجبور کرکے آسمان پر بھجوایا۔ تاکہ ہدایت خلق سے باز رہ سکیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے خلاف قریش مکہ کو اُبھارا اور آخرکار انہیں ہجرت کرنا پڑی۔ خلفائے راشدین کو شربت شہادت کا مزہ چکھوایا۔ یزید کو اہل بیت نبوی کے قتل پر آمادہ کرکے اپنے جی کی پیاس بجھائی۔ اس کے علاوہ ہزارہا مقتدر بادشاہوں کے ہاتھوں لاکھوں کروڑوں بندگان خدا کا خون بہایا۔ بیشمار متقی اور پرہیزگاروں کو گناہ کی طرف مائل کرا کے اُن کی ریاضتیں ختم کرائیں۔ مسلمان بادشاہوں کو مسلمان فقراء کے خلاف بھڑکایا اور انہیں زندہ در گور کرایا۔ ہندوؤں سے مسلمان پیغمبروں کے خلاف اور مسلمانوں سے

ہندو اوتاروں کے خلاف زہر اگلوائے اور کشت وخون کرایا۔ کبھی تعصب کا بھوت بن کر غیر مسلموں میں پہنچا تو کبھی "اسلام خطرہ میں ہے" کی مجسم صورت بن کر مسلمانوں کے تصور میں جا سمایا۔ اور اپنا مطلب حاصل کیا۔ کسی کے دماغ میں دعوئے پیغمبری کا خبط پیدا کیا تو کسی کے خیال میں مہدئ آخر الزماں کی اسکیم لے کر پہنچا۔ غرض کہاں تک عرض کروں کہ میں اور میری ذریات جس خلوص کے ساتھ اپنا مشن چلا رہی ہے۔ اگر اس کا عشر عشیر بھی انسان کے قبضہ میں پہونچ جاتا تو پارس ہوجاتا۔

## مسلمانوں کے ۲ فرقے اور انکی تفصیل

شیعہ۔ سنی۔ وہابی غیر وہابی۔ مقلد غیر مقلد کا جھگڑا ابھی نیاز مند کے ہی مقدس ہاتھوں سے تیار ہوا ہے۔ ایک وقت وہ تھا کہ مسلمان سب ایک تھے۔ ان کا مذہب، اعتقاد سب کچھ یکساں تھا۔ کسی کے عقیدے میں کوئی فرق نہ تھا۔ لیکن جب مابدولت نے اس طرف توجہ فرمائی تو بہت سے مسلمان جو کبھی اہل سنت والجماعت کہلاتے تھے۔ ادہر اُدہر بھٹکا دئے۔ شیعہ سنی کی تفریق اور ان کے معقول اسباب ذہن نشین کرائے۔ وہابی اور غیر وہابی کی بحث کو مضبوط بنایا۔ اور جب اس پر بھی میرے دل کی پیاس نہ بجھی تو بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو جمع کرکے مختلف قسم کے نئے عقیدے ایجاد کئے۔ اور انہیں شہرت دی۔ چنانچہ اہل سنت والجماعت میں سے کھینچ کھینچ کر لوگوں کو اپنے مشن کی طرف بلایا اور جب کافی تعداد ہوگئی تو ان کو بھی چھ فرقوں میں تقسیم کردیا تاکہ یکجہتی اور اتفاق سے میرے مشن کو ٹھیس نہ پہونچ سکے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ یہ تقسیم بھی

زیادہ کارگر نہیں رہی تو میں نے انہیں چھ فرقوں کو بہتر فرقوں کی شکل میں تبدیل کر دیا۔

پہلے تو صرف ایک فرقہ تھا یعنی اہل سنت والجماعت گو اس میں بھی شیعہ سنی اور وہابی غیر وہابی۔ قادیانی غیر قادیانی کی بحث چھڑ گئی تھی لیکن میں نے سوچا کہ ان لوگوں کو اپنی جگہ لڑنے دو اور ان کے علاوہ ایک نئی جماعت تیار کر لو۔ ممکن ہے کسی وقت مسلمان سر ابھاریں تو یہ بہتر فرقے ان کا مقابلہ کر سکیں۔ چنانچہ حسب ذیل عقائد اور بھی ہیں جن کو عام طور پر قصداً شہرت نہیں دی گئی۔

(۱) فرقہ جبریہ (۲) فرقہ قدریہ (۳) فرقہ جہمیہ (۴) فرقہ مرجیہ (۵) فرقہ خارجیہ (۶) فرقہ راضیہ۔

اور ان چھ فرقوں کو بھی بہتر ۷۲ فرقوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ چنانچہ ہر فرقہ کے بارہ بارہ ٹکڑے ہوئے جن کی تفصیل یہ ہے:۔

## فرقہ جبریہ اور اس کی بارہ شاخیں

• فرقہ جبریہ شروع میں ایک ہی تھا لیکن دیکھنے والوں نے دیکھا کہ اس کے بارہ ٹکڑے ہو گئے۔ جن کے الگ الگ نام ہیں اور الگ الگ عقیدہ۔

**مضطریہ:۔** ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نیکی اور بدی دونوں خدا کی طرف سے ہوتی ہیں بندہ کا ذاتی طور پر کچھ اختیار نہیں ہے۔

**افعالیہ:۔** ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بندہ فاعل ضرور ہے لیکن اس میں یہ طاقت نہیں کہ خود کچھ کر سکے۔

**معیبہ:۔** ان کا ایمان یہ ہے کہ خدا کی طاقت دئے بغیر بندہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

**تارکیہ:۔** اس عقیدہ کے لوگوں کا یہ ایمان ہے کہ انسان پر سوائے ایمان کے اور کوئی چیز فرض نہیں ہے۔

**بجثیہ:۔** ان کا مذہب یہ ہے کہ بندہ اپنے مقدر کا کھاتا ہے اس لئے کسی کو کچھ نہ دینا چاہیئے۔

**متمیہ:۔** ان لوگوں کا ایمان ہے کہ ہر وہ چیز نیکی سمجھنی چاہیئے جس سے نفس کی تسلی ہو جائے۔

**کستانیہ:۔** ان کا خیال ہے کہ عمل کی کمی یا زیادتی پر ثواب و عذاب کا دارومدار ہے۔

**حبیبیہ:۔** ان لوگوں کا اس بات پر یقین ہے کہ کوئی دوست اپنے دوست کو عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔

**فکریہ:۔** اس عقیدہ کے لوگوں کا خیال یہ ہے کہ عبادت الٰہی سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ انسان خدا کو پہچاننے کی کوشش کرے۔

**خوفیہ:۔** ان کا مذہب یہ ہے کہ وہ دوست ہی نہیں جو اپنے دوست کو عذاب کی سختیوں سے ڈرائے۔

**شبیہ:۔** ان لوگوں کو اس پر یقین ہے کہ دنیا میں قسمت کوئی چیز نہیں ہے۔ ہر بات من اللہ ہوتی ہے۔

**مُجبیتہ:۔** یہ سمجھتے ہیں کہ ہر بات اللہ کرتا ہے۔ بندہ کسی حال میں بھی اپنے افعال کا ذمہ دار نہیں ہے۔

# فرقہ قدریہ اور اُس کی بارہ شاخیں

یہ فرقہ بھی شروع میں ایک ہی تھا لیکن رفتہ رفتہ اس کے بھی بارہ ٹکڑے ہو گئے جن کی تفصیل یہ ہے۔

**احمدیہ:۔** ان لوگوں کے نزدیک فرض فرض ہے لیکن سنت پر عمل کرنا یا اُسے اچھا سمجھنا ضروری نہیں۔

**ثنویہ:۔** ان کا خیال ہے کہ بندہ خدا کے اشارہ سے نیکی کرتا ہے اور شیطان کے اشارہ سے بدی کرتا ہے۔

**کیسانیہ:۔** یہ لوگ کہتے ہیں کہ افعال خود ہمارے پیدا کردہ ہوتے ہیں۔ اس میں خدا کا کوئی دخل نہیں۔

**شیطانیہ:۔** ان لوگوں کو یقین ہے کہ شیطان کا دنیا میں وجود ہی نہیں ہے۔ یہ قصہ فرضی ہے۔

**شریکیہ:۔** ان کا مذہب یہ ہے کہ ایمان کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر بندہ میں شروع ہی سے ہو۔

**وہمیہ:۔** ان کو یقین ہے اس بات کا کہ ہم خواہ کوئی برا کام کریں اس کی سزا نہیں ملے گی۔

**رویدیہ:۔** ان لوگوں کو قیامت پر ایمان نہیں ہے۔ ان کا خیال ہے کہ دنیا ہمیشہ رہے گی۔

**ناکثیہ:۔** ان کا خیال ہے کہ اگر امام وقت کوئی غلطی کرے تو اس کو امامت سے خارج کر دینا ضروری ہے۔

**متبریہ:۔** ان لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ گنہگار خواہ کتنی ہی توبہ کرے

قبول نہیں ہو سکتی۔

**فاسطیہ:۔** ان کا مذہب یہ ہے کہ علم اور عبادت اور عقل کا حاصل کرنا ہر لحاظ سے انسانی فرض ہے۔

**انظامیہ:۔** ان لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ خدا کی ایک صورت ہے اور اُسے "شئے" کہا جا سکتا ہے۔

**متولفیہ:۔** ان کا کہنا یہ ہے کہ خیر اور شر کی بحث میں انسان کو پڑنا ہی بے کار ہے کیونکہ ان چیزوں کا کوئی وجود نہیں۔

## فرقہ جہمیہ اور اس کی بارہ شاخیں

اس فرقہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان قلب کے اقرار سے مکمل ہوتا ہے۔ عذاب قبر۔ سوال نکیرین حوض کوثر اور ملک الموت کے منکر ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی اس گفتگو کے منکر ہیں۔ جو کوہ طور پر خدائے تعالےٰ سے ہوئی۔ اب اس فرقہ میں بھی بارہ ٹکڑے ہو گئے جن کی تفصیل یہ ہے۔

**معطلیہ:۔** یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے تمام نام اور اس کی تمام صفات انسان نے خود پیدا کی ہیں۔

**متر البصیہ:۔** ان کا خیال یہ ہے کہ (نعوذ باللہ) خدا کوئی چیز نہیں یہ سب کچھ انسان کے تخیلات کا نتیجہ ہے۔

**متراقبیہ:۔** یہ لوگ اللہ تعالےٰ کو لامکان اور ہر جگہ نہیں مانتے بلکہ اس کی ایک قیام گاہ تسلیم کرتے ہیں۔

**واردیہ:۔** یہ کہتے ہیں کہ جو دوزخ میں جائے گا مستقل وہیں رہے گا۔

اور مومن کسی وقت دوزخ میں نہ جائے گا۔

حرقیہ :۔ ان کا خیال ہے کہ دوزخ میں جانے والے جل کر راکھ ہو جائیں گے اور نام ونشان ہی مٹ جائے گا۔

مخلوقیہ :۔ ان کو یقین ہے کہ قرآن مجید اور توریت اور انجیل اور زبور وغیرہ آسمانی کتابیں نہیں ہیں۔

عبریہ :۔ ان کا خیال ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم ایک نہایت عقلمند اور دانا انسان تھے رسول نہ تھے۔

فانیہ :۔ ان کا خیال ہے کہ قیامت کے کچھ عرصہ بعد جنت اور دوزخ دونوں فنا ہو جائیں گے۔

زنادقیہ :۔ ان کا خیال ہے کہ معراج روح کی ہوئی تھی بدن کی نہیں اس کے علاوہ قیامت کے بھی منکر ہیں۔

لفظیہ :۔ یہ کہتے ہیں قرآن کلام الٰہی نہیں ہے۔ لیکن اس کے معنے وہی ہیں جو کلام خدا کے ہوتے۔

قبریہ :۔ یہ گروہ صرف عذاب قبر کا منکر ہے باقی معاملات میں فرقہ جہمیہ کے قدیمی عقاید کا پابند ہے۔

واقفیہ :۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کے انسانی کلام ہونے میں تامل ہے۔ ممکن ہے یہ خدا کا کلام ہو۔

## فرقہ مرجیہ اور اُسکی بارہ شاخیں

اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر ہمیں عذاب وغیرہ سے محض اس لئے ڈراتے ہیں کہ نظام عالم قائم رہے۔ خدا بے نیاز ہے اُسے کسی کے گناہ

اور نیکی کی ضرورت نہیں۔ اس فرقہ کے بھی بارہ ٹکڑے ہو گئے ہیں جنکی تفصیل یہ ہے۔

**مشبہیہ**:۔ یہ کہتے ہیں کہ آدمی کو خدا نے اپنی صورت پر تخلیق کیا ہے خدا کی بھی یہی صورت ہے۔

**تارکیہ**:۔ ان کا خیال ہے کہ ہم پر صرف ایمان فرض ہے اور کوئی چیز فرض نہیں ہے۔

**شائیہ**:۔ یہ کہتے ہیں کہ جس نے لاالہ اللّٰہ کہدیا اُس پر عذاب حرام ہو گیا۔ جو جی چاہے کرسکتا ہے۔

**راجیہ**:۔ ان کا خیال ہے کہ بندہ طاعت سے مقبول نہیں ہوتا اور نہ گناہوں سے عاصی اور لائق عذاب ہوسکتا ہے۔

**شاکیہ**:۔ ان کو اپنے ذاتی ایمان میں شک ہے کیونکہ ان کے خیال میں روح کا دوسرا نام ایمان ہے۔

**نہمیہ**:۔ یہ کہتے ہیں کہ علم کا نام ایمان ہے جو امر دینی نہیں جانتا وہ کافر ہے اور لائق عذاب۔

**عملیہ**:۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ عمل کا دوسرا نام ایمان ہے۔ اچھا عمل اچھا ایمان۔ برا عمل برا ایمان۔

**منقوصیہ**:۔ یہ کہتے ہیں کہ ایمان کبھی کم ہوتا ہے اور کبھی زیادہ۔ اور یہ ہوتا رہتا ہے۔ فکر کی ضرورت نہیں ہے۔

**مستثنیہ**:۔ یہ لوگ صرف اپنے عقیدہ والوں کو مومن جانتے ہیں اور باقی سب کو کافر کہتے ہیں۔

**اثمریہ**:۔ قیاس پر کئے ہوئے گناہ گناہ نہیں ہوتے تاوقتیکہ ثبوت

گناہ کے لئے کوئی دلیل نہ ہو۔

**بدعیہ:۔** ان کا خیال ہے کہ بادشاہ وقت کی اطاعت ہر لحاظ سے واجب ہے خواہ بادشاہ فاسق ہی کیوں نہ ہو۔

**خشوبیہ:۔** ان کا کہنا یہ ہے کہ واجب۔ سنت اور مستحب وغیرہ سب باتیں ایک ہی ہیں۔ کوئی فرق نہیں ہے۔

## فرقہ خارجیہ اور اس کی بارہ شاخیں

یہ فرقہ ڈبل عقیدہ رکھتا ہے۔ بعض باتوں میں فرقیہ جبریہ سے متفق ہے۔ اور بعض معاملات میں فرقہ مرجیہ کا ہم خیال ہے بہر حال اب یہ بھی بارہ حصوں میں تقسیم ہے۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

**ارزقیہ:۔** یہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان کسی حال میں بھی خواب میں نیکی نہیں دیکھ سکتا۔ کیونکہ وحی منقطع ہو گئی ہے۔

**ریاضیہ:۔** ان کا ایمان یہ ہے کہ قول صالح اور نیک اعمال اور اچھی نیت کے مجموعہ کا نام ایمان ہے۔

**لمبیہ:۔** ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے روزمرہ کے معاملات جو مکمل ہوتے ہیں ان میں خدا کا ہاتھ نہیں ہوتا۔

**خازنیہ:۔** یہ کہتے ہیں کہ آج تک کسی نے پوری طرح ایمان کو پہچانا ہی نہیں ہے۔

**خلفیہ:۔** ان کا خیال ہے کفار کے مقابلہ سے بھاگنا سب سے بڑا کفر ہے۔ خواہ وہ تعداد میں کتنے ہی ہوں۔

**کوزیہ:۔** ان کے خیال میں پاکی اس وقت میسر آتی ہے جب بدن کو

رگڑ رگڑ کر بلا جائے۔

**معتزلیہ:۔** کہتے ہیں کہ شر اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ معراج کوئی چیز نہیں۔ قیامت کے دن بندے خدا کو نہیں دیکھ سکتے۔

**کنزیہ:۔** ان کا کہنا یہ ہے کہ زکوٰۃ دنیا انسان پر فرض نہیں ہے۔ بلکہ اپنے مال کو برباد کرنا ہے۔

**ویدیہ:۔** ان کا مذہب یہ ہے کہ کسی نہ دیکھی ہوئی چیز پر بغیر سوچے سمجھے ایمان لانا بے کار ہے۔

**محکمیہ:۔** ان کا منشا یہ ہے کہ مخلوق پر اللہ تعالےٰ کو قدرت حاصل نہیں ہے کیونکہ یہ اس کے اختیار سے باہر ہے۔

**سراجیہ:۔** یہ کہتے ہیں کہ پرانے نبیوں کے واقعات ہمارے لئے مثال نہیں بن سکتے بلکہ ان واقعات سے انکار واجب ہے۔

**اخفیہ:۔** ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اچھے اعمال کا بندہ کو اجر نہیں ملتا کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔

## فرقہ رافضیہ اور اس کی بارہ شاخیں

یہ فرقہ بھی بہت عروج پر تھا۔ اور باقی فرقوں کے مقابلہ میں زیادہ تیزی کے ساتھ اپنے عقیدہ کی تبلیغ کر رہا تھا۔ مگر میں جانتا تھا کہ اس کی ترقی ادت بھی میرے لئے مفید نہیں ہو سکتی اس واسطے دیکھنے والوں نے دیکھ لیا کہ یہ بھی بارہ حصوں میں تقسیم ہو گیا جس کی تفصیل یہ ہے۔

**علویہ:۔** ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

نبی تھے اور ان کی تعلیم نبوی تعلیم کا درجہ رکھتی ہے۔

**ابدیہ:۔** ان کا عقیدہ یہ ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ نبی نہیں تھے۔ نبوت کے شریک ضرور رکھے۔

**شاعیہ:۔** ان کا خیال ہے کہ جو شخص حضرت علیؑ کو تمام صحابہ سے افضل اور برتر نہ جانے وہ کافر ہے۔

**اسحاقیہ:۔** یہ کہتے ہیں کہ نبوت ختم نہیں ہوئی بلکہ وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی آتے رہتے ہیں۔

**زیدیہ:۔** ان کا عقیدہ ہے کہ نماز کی امامت سوائے اولاد علیؑ کے اور کسی کو جائز نہیں ہے۔

**عباسیہ:۔** یہ گروہ سوائے حضرت عباس بن عبد المطلب کے اور کسی کو امام تسلیم نہیں کرتا۔

**امامیہ:۔** ان کا خیال ہے کہ زمین پر ہر وقت کسی امام یا رسول خدا کا ہونا یقینی ہے۔

**نارسیہ:۔** ان کا ایمان یہ ہے کہ اگر کوئی اپنی ذات کو اوروں سے افضل سمجھے تو وہ کافر ہے۔

**متناسخیہ:۔** یہ کہتے ہیں کہ جان نکلنے کے بعد ایسا ممکن ہے کہ وہی روح کسی دوسرے جسم میں داخل ہو جائے۔

**لاعنیہ:۔** یہ گروہ حضرت طلحہ و زبیر و عائشہ صدیقہ رضؓ وغیرہم پر لعنت کرتا ہے (العیاذ باللہ)

**راجعیہ:۔** یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ فی الحال ابر میں قیام فرما ہیں۔

مرتضیہ ۔ یہ گروہ اس بات کی حمایت میں ہے کہ بادشاہ اسلام سے ہر حال میں جنگ کرنا جائز ہے۔

## ان کے علاوہ گیارہ فرقے

ان بہتر فرقوں کی تیاری اور تکمیل کے بعد میں عرصہ تک خاموش رہا مگر جی کو کچھ اطمینان نہ ہوا۔ چنانچہ تیرہویں اور چودہویں صدی میں ان کی تعداد میں گیارہ کا اضافہ اور ہوا۔ جن کے نام یہ ہیں۔

کرامیہ۔ دہریہ۔ حالیہ۔ باطنیہ۔ اباخیہ۔ براہمیہ۔ شعریہ۔ سوفسطائیہ فلاسفیہ۔ بمنیہ۔ مجوسیہ۔

ان کے علاوہ جو میرا نیا پروگرام مرتب ہوا ہے اس میں بھی یہ چیز زیر غور ہے کہ اس تفریق کو اور وسیع کیا جائے اور امید ہے کہ اس کا نتیجہ نمبر ۱۹ ء کے آخر تک پیش کر سکوں گا۔

## میرے ناموں کی تعداد اور انکی تفصیل

جب کوئی بڑے مرتبے حاصل کرتا ہے یا تو اس وقت اُس کے نام کے ساتھ طرح طرح کے خطاب چسپاں کر دیئے جاتے ہیں اور یا یہ خوش نصیبی اس بدنصیب کے حصہ میں آتی ہے جو بدافعالیوں اور بدنامیوں کی انتہا کو پہونچ گیا ہو۔ لہذا یہ فیصلہ تو ناظرین کے ہی سپرد کرتا ہوں کہ میرے نام کے ساتھ طرح طرح کے القاب کیوں تراشے گئے ہیں۔ بہر حال ان دو باتوں میں سے ایک نہ ایک ضرور ہے یا تو یہ کہ میں عالی مرتبت اور رفیع الشان ہوں اور یا پھر اتنا ارذل اور ہیچ ہوں

کہ میرے نام کے ساتھ خطابوں کا دُم چھلا لگا۔ خیر مجھے اس سے بحث نہیں۔ وجہ کچھ بھی ہو لیکن یہ یقینی بات ہے کہ جتنے خطاب مختلف بارگاہوں سے مجھے ملے ہیں۔ شاید آج تک کسی کو میسر نہ آئے ہوں گے۔ اور چونکہ ان میں سے بعض نام نہایت دلچسپ ہیں اس لئے امید ہے کہ ناظرین ان کی کیفیت معلوم کر کے محظوظ ہوں گے۔

سب سے پہلے تو یہ سنئے کہ میرے نام اور خطاب اتنے ہیں کہ خود مجھے بھی اچھی طرح یاد نہیں رہے۔ البتہ جتنے نام زیادہ مشہور اور قابل ذکر ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

**ابلیس**:۔ یہ نام پروردگار کا عطیہ ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور رحمت سے ناامید ہوں۔

**اہرمن**:۔ اس نام کا منشا یہ ہے کہ ہر قسم کے شر اور فساد کا برپا کرنے والا میں ہوں۔

**اہرم**:۔ اس کے معنے ہیں سانپ کا موہنہ۔ گویا یہ اشارہ ہے کہ میں حضرت آدمؑ کو بہکانے کے لئے سانپ کے مُنہ میں بیٹھ کر جنت میں گیا تھا۔ اس کے علاوہ یہ کنایہ بھی ہے کہ جس طرح سانپ کا مُنہ زہریلا ہوتا ہے بالکل اسی طرح میرا وجود بھی ہے۔

**بوحرہ**:۔ یہ نیاز مند کی کنیت ہے۔ کیونکہ میرے لڑکے کا نام مرتھا

**خبیث**:۔ سب جانتے ہیں کہ خبیث نام سے کیسی عزت افزائی ہوتی ہے۔

**خناس**:۔ اس کے معنے ہیں بھاگنے والے کے۔ گویا میں ذکر خدا وغیرہ

سے بھاگتا ہوں اور یہ اشارہ بھی ہے کہ میں آسمانی مذہب سے بھاگا تھا۔

**خطیب اہل النار:۔** گویا کہ میں ان تمام ناریوں کا خطیب بنوں گا جو میرے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔

**شیطان:۔** اس کے معنے دیو سرکش اور فریب دہندہ کے ہیں۔ اب مطلب آپ خود ہی سمجھ لیجیے۔

**شیخ نجدی:۔** اس نام کی ایک خاص وجہ ہے۔ ایک مرتبہ قریش مکہ حضرت محمد صلعم کے قتل کا مشورہ کر رہے تھے۔ میں بھی وہاں پہونچ گیا۔ وہ لوگ مجھے دیکھ کر چپ ہو گئے۔ میں نے انہیں یقین دلایا کہ میں بھی تمہارا ہمدرد اور شریک مشورہ ہوں۔ تب انھوں نے مجھ سے نام پوچھا۔ میں نے کہا میں شیخ ہوں۔ شہر نجد کا رہنے والا ہوں۔ اس وقت سے وہ لوگ مجھے شیخ نجدی کہہ کر خطاب کرنے لگے۔

**عزازیل:۔** یہ میرا قومی نام ہے۔ میرے ماں باپ کا تجویز کیا ہوا۔ اور انکار سجدہ تک یہی نام رہا تھا۔

**غوی:۔** اس کے معنے گمراہ کے ہیں۔ گویا نام رکھنے والوں کے خیال میں میں گمراہ ہوں۔

**معلم الملکوت:۔** یہ نام اس لئے ہو گیا کہ میں عرصہ تک فرشتوں کا استاد رہا ہوں۔

**مرتد:۔** اس کے معنی برگشتہ ہونے والے کے ہیں۔ گویا خطاب دینے والوں کا منشا یہ ہے کہ میں مذہب الٰہی سے پھر گیا ہوں۔

ناردو:۔ یہ نام بھی اس لئے تجویز ہوا کہ اس کے معنے سرکش دیو کے ہیں۔

# شیاطین کی تعداد

میں نے اپنی زندگی کے واقعات میں جگہ جگہ اپنے مشن اور اپنے مریدوں کا تذکرہ کیا ہے۔ بہتر ہے کہ اس سلسلہ میں یہ تفصیل بھی بیان کر دوں کہ شیاطین یعنی میرے مریدوں اور ساتھیوں کی تعداد کتنی ہے اور کس حساب سے ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مجھے پیغمبر آخر الزماںؐ نے طلب فرمایا جب میں اُن کی خدمت حاضر ہوا تو میرا سخت امتحان لیا گیا۔ ارشاد ہوا ابلیس تجھ سے ایک دلچسپ سوال کا جواب لینا ہے۔ یہ بتا کہ دنیا میں شیاطین کی تعداد کتنی ہے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! آپ نے بہت ہی سخت سوال کیا ہے۔ اور مشکل یہ ہے کہ میں آپ کے سامنے سچ بولنے پر مجبور ہوں۔ گو مجھے اس سوال کا جواب دینے سے نقصان ہی پہنچے گا لیکن خیر! جب آپ نے دریافت فرمایا ہے تو اب بتانا ہی پڑے گا۔ سنئے اس کا حساب یہ ہے کہ:۔

کُل اولاد آدم سے دس حصے زیادہ چوپائے حیوان ہیں۔ اور ان دونوں سے دس حصے زیادہ پرند جانور (طیور) ہیں۔ اور ان سب سے دس حصے زیادہ جن ہیں۔ اور ان سب سے دس حصے زیادہ شیاطین ہیں۔ اور ان سب سے دس حصے زیادہ یاجوج ماجوج ہیں۔ اور ان سب سے دس حصے زیادہ ملائکہ ہیں۔ اب آپ غور فرمائیے کہ شیاطین کی تعداد کتنی ہے۔ اور وہ اولاد آدم سے کتنے زیادہ ہیں۔

# آج کل کیا کر رہا ہوں

جی تو نہیں چاہتا تھا کہ بھری بزم میں راز کی بات کہدوں۔ لیکن میں انسان کی طرح دھوکہ باز نہیں ہوں کہ اپنے نقصان کا خیال کر کے جھوٹ بولوں۔ یا اپنی اچھی اچھی باتیں تو بڑے بڑے عنوانات کے ماتحت شاندار الفاظ میں کہدوں اور بری باتیں چھپالوں۔ جانتا ہوں کہ اس عنوان کے ماتحت میں جو کچھ بھی لکھوں گا اس سے میرے مشن کو بہت نقصان پہنچ جائے گا لیکن کچھ پرواہ نہیں۔ جب اوکھلی میں سر دیا ہے تو موسلوں سے کیا ڈروں گا ——— جو حق بات ہے اُسے کیوں چھپاؤں۔ جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ پھر بھی کرتا رہوں گا۔ اس کے لئے عمر پڑی ہے آج جھوٹ بول کر کیوں "انسان" بنوں۔ اگر میری نئی اسکیمیں اور ہتھکنڈے ظاہر بھی ہو گئے تو کس کی مجال ہے کہ میرے راستہ میں روڑا اٹکا سکے۔

سنئے! آج کل میرے دفتر میں کام کی بہت زیادتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اور میری کمیٹی نے ایک ہی وقت میں بے شمار تحریکیں زیر عمل کر لی ہیں۔ گو کام کی یہ زیادتی ذاتی طور پر مجھے کچھ تکلیف نہیں دیتی لیکن ان سب پر کنٹرول میں کافی دقت پیش آرہی ہے۔

جب موجودہ وقت کے لئے ہماری "مجلس تحریک ساز" مختلف تجاویز پیش کر رہی تھی تو میں نے بحیثیت صدر کے صرف ایک ہی رائے دی تھی۔ کہ ہم سب کو ہر طرف سے غافل ہو کر صرف مسلمان قوم پر "مہربان" ہو جانا چاہیئے تاکہ اپنی دیرینہ عداوت کی پیاس بجھا سکیں۔ لیکن افسوس ہے کہ مجھے اپنے دوستوں کی رائے سے یہ تجویز واپس لینا پڑی کیونکہ

ان سب کا مشورہ یہ تھا کہ ہمیں ناانصافی نہ کرنا چاہیئے۔ صرف مسلمان قوم کو منتخب کر کے باقی سب کو آزاد کرنا انصاف کا خون کر دینا ہے۔ کیا باقی قومیں آدمؑ کی اولاد نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو پھر ہمیں اپنے وسیع ذرائع کو حرکت میں لانے سے گریز کی کیا ضرورت ہے۔ بہتر ہے کہ ضرورت کے لحاظ سے یا تو فرداً فرداً انسانوں سے بدلہ لیا جائے یا بحیثیت قوم لیکن اس انتقام کے نشانہ پر ان سب کو لے آنا چاہیئے جن کا تعلق آدمؑ کی نسل سے ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں دنیا کے جغرافیائی حالات پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد ہم نے مختلف ملکوں کے لئے ان کی مناسبت سے مختلف تجاویز منظور کیں۔ ضرورت تو اس بات کی ہے کہ میں ہر ملک کے لئے منظور شدہ حالات کو بھی اس کتاب میں لکھدوں لیکن یہ بے نتیجہ سی بات ہے۔ کیونکہ یہ کتاب اُردو زبان میں شائع ہو رہی ہے۔ اور اُردو سوائے ہندوستان کے کہیں بھی رائج نہیں ہے۔ پس میں صرف وہ باتیں بیان کروں گا جن کا تعلق ہندوستان سے ہے۔ یعنی صرف وہ تجویزیں جو باشندگان ہند کے لئے ہماری مجلس تحریک سازنے تیار کی ہیں۔ ہاں اس کا وعدہ کرتا ہوں کہ جس جس زبان میں مجھے سوانح عمری لکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی رہے گی۔ یا جن زبانوں میں اسے شائع کرنے کے لئے بھیجوں گا۔ وہ زبان جہاں جہاں بولی جاتی ہوگی ان سب مقامات کے متعلق تجاویز بھی اس میں درج کر دوں گا۔ مثلاً اگر کل کو یہ کتاب کسی نے انگریزی میں شائع کی یا کرنے کا ارادہ کیا تو یورپ کے ان تمام خطوں کے حالات بھی بھیجدوں گا۔ جہاں جہاں انگریزی رائج ہے۔ یا اگر جرمن زبان میں کسی شخص نے اس کتاب کا ترجمہ کیا تو جرمنی کے لئے جو تجاویز

ہماری مجلس کے زیر عمل ہیں وہ صراحت کے ساتھ لکھدوں گا۔ اسی طرح عربی، فارسی، ترکی، چینی۔ جاپانی۔ لاطینی وغیرہ وغیرہ زبانوں کے لئے وہاں کے حالات بھیج سکتا ہوں۔ جس شخص کو ضرورت ہو مجھ سے منگالے۔ فی الحال آپ ہندوستان کے متعلق تجاویز کے حالات سنئے۔

یہ تو قریب قریب ناممکن ہے کہ میں اس مختصر سی کتاب میں ان تمام تجویزوں کا حال درج کردوں جو ہندوستان کے لئے ہماری مجلس تحریک ساز نے اپنے آئندہ یا موجودہ پروگرام میں شامل کی ہیں تاہم چند اہم تجاویز کا ذکر کردینا ضروری ہے۔ مثلاً:۔

میں نے اولاد آدم میں یہ اسپرٹ پیدا کی وہ لباس کے جھگڑے میں نہ پڑیں کیونکہ کپڑے پہننے سے انسانی جسم کو دھوپ نہیں مل سکتی اور دھوپ کا غسل صحت کے لئے ضروری ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ مغرب کے بعض حصوں میں مجھے اس تحریک کا حوصلہ افزا نتیجہ ملا۔ مگر ہندوستان کے کم عقل باشندوں نے یہ مشہور کردیا کہ یہ تحریک اخلاق اور تہذیب کی دشمن ہے۔ تاہم یہ کیسے ممکن تھا کہ میری کوشش رائیگاں جائے۔ دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں کہ بڑے بڑے خاندانوں کی نوجوان لڑکیاں اور عورتیں کوشش کرتی ہیں اس بات کی کہ ان کے جسم کا زیادہ سے زیادہ حصہ ننگا نظر آئے اور لوگ اُسے دیکھیں، ورنہ آپ ہی بتادیجئے کہ عریانی کے کیا معنے ہیں اب آپ سمجھ لیجئے کہ یہ ننگا رہنے کی کوشش وہ لڑکیاں کرتی ہیں جن کی دادی ؑ یعنی اماں حوا نے دوسروں سے لباس مانگ کر جنت میں اپنی ستر پوشی کی تھی اس کے علاوہ میرے مشن کی تعلیم کا بیشتر حصہ آسمانی تعلیم کی ضد پر منحصر ہے اس واسطے آپ ہر معاملہ کو سامنے رکھئے اور اندازہ کیجئے کہ اخلاق

اور تمدن کیا چاہتا ہے۔ اور میری تعلیم کیا گل کھلا رہی ہے۔ خدا نے بندہ سے کہا
شراب نہ پی۔ میں نے کہا پی۔ کچھ میری طرف آئے اور کچھ پرانی لکیر کے فقیر
ہو کر بن دیکھے خدا کی طرف۔ اُدھر سے زنا۔ جوا۔ فسق و فجور۔ بے شرمی۔ بیحیائی
اور خدا جانے کس کس چیز کی ممانعت ہوئی اور میری طرف سے ان سب چیزوں کے
جواز کا پروپیگنڈہ ہوا۔ نتیجہ خود دیکھ لیجئے میری طرف کتنے ہیں اور اُس خدا کی
طرف کتنے ہیں۔ جس کو تمام جہان پر خدائی کا دعوٰے ہے۔

اگر آپ نے اس معاملہ میں انصافانہ غور کیا تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ انسانی آبادی
کا تین چوتھائی حصہ میرے قبضہ میں آچکا ہے اور اگر یہی رفتار رہی اور میرے بھولے بھالے
شکار اسی طرح غفلت کی نیند سوتے رہے تو وہ دن دور نہیں جب دنیا والے ننانوے
فیصدی میری تعلیم اور میرے مشن کے مجسم اشتہار بن جائیں گے۔

"آخر میں ایک بات اور عرض دوں۔ اور وہ یہ کہ میں نے طوالت کے خوف سے اپنے
موجودہ اور زیر عمل پروگرام کو بیان نہیں کیا ہے کیونکہ وہ بہت ہی طویل ہے اور پھر اسکے
لئے موجودہ کتاب سے دوگنی ضخامت کی ضرورت ہے۔ پس میں احتیاطاً تازہ مشاغل کو
محفوظ رکھتا ہوں اگر ناظرین نے ضرورت محسوس کی تو انشاء اللہ وہ علیحدہ کتاب کی
صورت میں پیش کرونگا۔ جو غالباً موجودہ سے کہیں زیادہ ضخیم ہوگی۔ اور چونکہ آجکل
کے واقعات درج کرونگا اسواسطے دلچسپ بھی زیادہ ہوگی۔ فی الحال تو آپ سے یہ
درخواست ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد ذرا سوچئے کہ خدا کی تعلیم پر عمل کرنیوالے
کتنے باقی رہ گئے ہیں اور نیاز مند کی تعلیم پر عمل کرنیوالے کتنے؟

اس سوال کا کتنا عبرتناک جواب ہوگا۔ کاش انسان
اس پر غور کر سکنے کی اہلیت رکھتا۔

ختم